مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

شہادت ۱۳۵۱ ھش

اپریل ۱۹۷۲ء

انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك

(اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

فوٹو: تنویر سٹوڈیو ربوہ

سال 50-1349 ھش 71-1970ء میں کارکردگی کے لحاظ سے اول آنیوالی
مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور کے عہدیداران
سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ساتھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸ | شہادت ۱۳۵۱ھش ؍ اپریل ۱۹۷۲ء | شمارہ ۶

فہرست
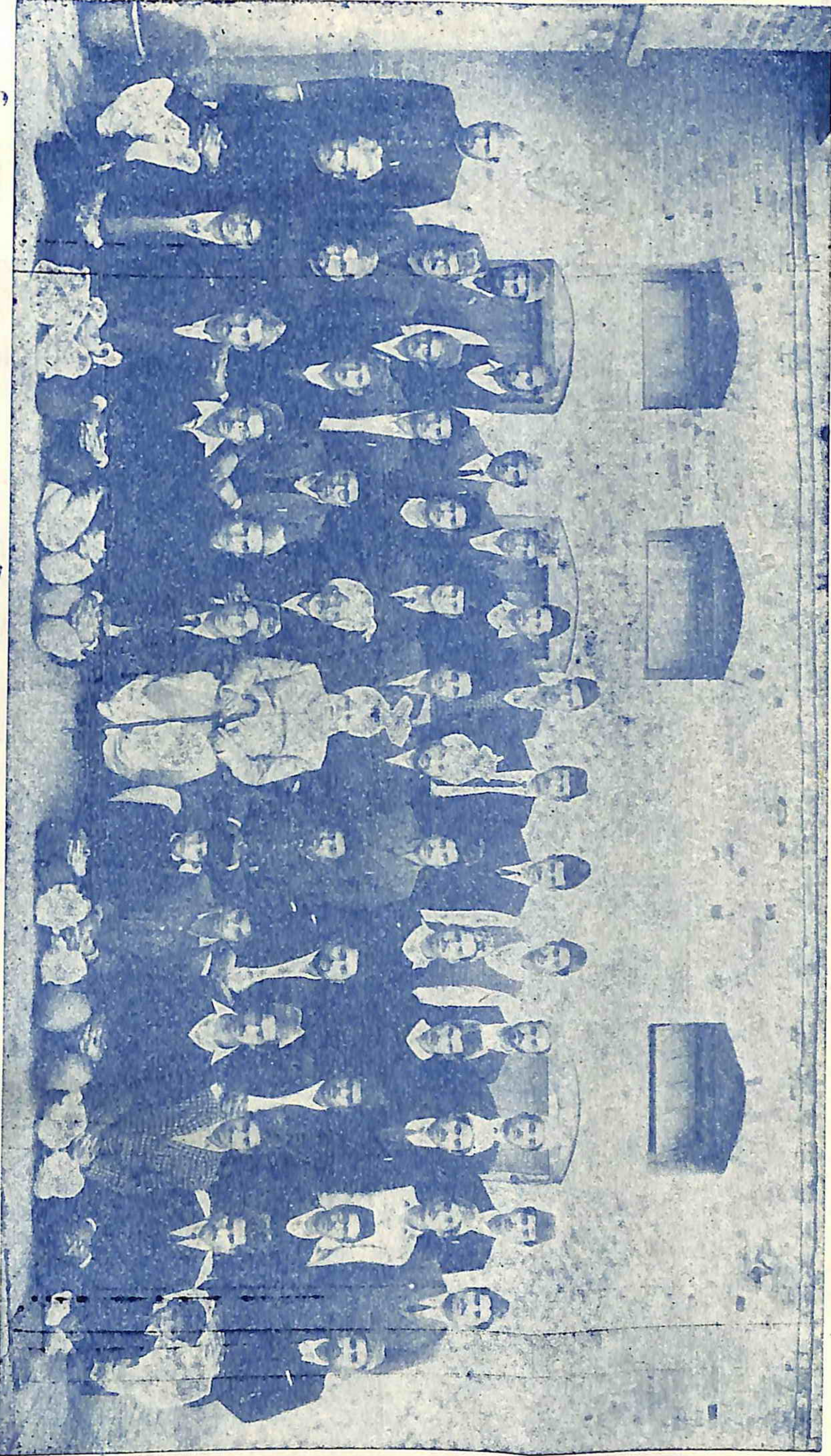
- تجدید عہد (اداریہ) — صفحہ ۲
- ایک تاریخی عہد — ۳
- خلافت کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا — ۴
- حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ارشادات — ۷
- جان و مال و آبرو ہر چیز ہے تجدید نثار (نظم) — ۸
- خلافت سے وفاداری کے تقاضے — ۹
- اقرارِ وفاداری — ۱۱
- ربوہ کی جامع مسجد — ۱۵
- غزل — ۱۶/الف
- مسجد احمدیہ بو (سیرالیون) میں وقارِ عمل — ۱۶/ب
- دوسرا کُل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ — ۱۶/ج
- انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن لائلپور کا اجلاسِ عام — ۱۶/د
- کبڈی — ۱۶/ہ
- ایک یادگار تقریب — ۱۶/ج
- مشعلِ راہ — ۱۷
- حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ — ۱۹
- چلا مِنے فضلوں کی بادِ بہاراں (نظم) — ۲۴
- روشن چہرے — ۲۵
- خلافتِ ثالثہ کی ایک بابرکت تحریک — ۳۴
- میری آپ بیتی — ۳۷
- پرورش کا فن — ۴۲
- مادہ اور نظامِ شمسی — ۴۵
- اخبارِ مجالس — ۴۷

(پبلشر: محمد شفیق قیصر؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ)

(اداریہ)

تجدید عہد

آج سے قریباً ۱۶ برس قبل ۱۹۵۶ء میں جب منافقین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ذات، نظامِ خلافت اور نظامِ جماعت کے خلاف ایک دلآزار مہم شروع کی تھی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اٹھارویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر خدام سے ایک عہد لیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ عہد ہوا تو چار صدیوں تک بلکہ چار ہزار سال تک جماعت احمدیہ کے نوجوانوں سے لیا جاسکے۔

یہ عہد نظامِ خلافت سے وابستگی اور اشاعتِ اسلام کیلئے تا قیامت قربانیاں کرنے کا عہد تھا۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ بھی یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اکناف عالم میں اشاعتِ اسلام کا عظیم کام ایک مؤید من اللہ اور منصور خلیفہ اور مستحکم نظامِ خلافت کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ دینِ اسلام کی اشاعت کا جو کام جماعت احمدیہ نے محدود وسائل کے باوجود مختصر سے عرصہ میں کیا ہے عظیم حکومتوں اور بادشاہتوں سے صدیوں کے عرصہ میں نہ ہو سکا۔

حال ہی میں منافقین نے پھر جماعت میں انتشار پھیلانے کی سعئ ناکام کی ہے جیسا کہ حضور نے اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء میں ذکر فرمایا تھا۔ اسلئے آج پھر اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم خدام انفرادی اور اجتماعی طور پر خلافت سے وابستگی کے عہد کی تجدید کریں اور منافقین کے مکاید اور تدابیر سے بیزاری کا اظہار کریں —— ہم یقین رکھتے ہیں کہ خلافتِ احمدیہ دائمی ہے اور خلیفہ خدا تعالیٰ خود بناتا ہے اور اسی کی تائید و نصرت فرماتا ہے اور جو جماعت صدق دل سے اسکی اطاعت کرتی ہے اسکو دوسری جماعتوں سے ممتاز فرماتا ہے اور ان کے نفوس اور اموال میں برکت دیتا ہے اور ان کو ہی دنیا میں روحانی انقلاب لانے کی توفیق دیتا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو فرد یا افراد خلیفہ وقت کی اطاعت کو دل سے قبول نہیں کرتے وہ ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے اور پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ برحق خلیفہ ہیں۔ جو نصرت اور تائید اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کے اس تیسرے مظہر کو عطا فرمائی ہے وہ آپ کے برحق خلیفہ ہونے کا ثبوت ہے۔ ہم آج اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور استحکام کیلئے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اے اللہ! تو ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے عمل سے اس عہد کی توثیق کریں! +

{ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خدام کے اٹھارویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر خدام سے یہ عہد لیا تھا۔ آج اس عہد کی تجدید کی ضرورت ہے ———(ادارہ) }

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کیلئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کیلئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور استحکام کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللھم آمین۔ اللھم آمین۔ اللھم آمین" +

(الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

خلافتِ احمدیہ کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے قریباً ۲½ سال قبل اپنی کتاب الوصیۃ میں تحریر فرمایا :-

"یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے اور جب سے اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ وہ اس سُنّت کو ظاہر کرتا رہا کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ - اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھوں سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر کہ جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

(۱) اوّل خود اپنے نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ تردد میں پڑ جاتے

ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور
کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں
اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری
مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا
ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال
لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے
خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔
جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے وقت
میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی موت ایک بے وقت موت سمجھی
گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان
مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے
دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے
دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور
اسلام کو نابود ہوتے تھام لیا اور اس
وعدہ کو پورا کر دیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان
کے پیر جما دیں گے۔"

اس اصولی تحریر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اپنی جماعت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے
سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو
قدرتیں دکھلاتا ہے تا وہ مخالفوں
کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے
دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے
کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو
ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری
اس بات سے جو میں نے تمہارے
پاس بیان کی غمگین مت ہو اور
تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔
کیونکہ تمہارے لئے دوسری
قدرت کا دیکھنا بھی ضروری
ہے اور اس کا آنا تمہارے
لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی
ہے جس کا سلسلہ قیامت تک
منقطع نہیں ہوگا۔ وہ دوسری
قدرت نہیں آ سکتی جب تک
میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب
جاؤں گا تو پھر خدا اس
دوسری قدرت کو تمہارے
لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے
ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت ص۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات
سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ:۔

۱۔ جماعت احمدیہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی وفات کے بعد الٰہی منشاء کے مطابق اسی طرح

خلافتِ راشدہ قائم ہوگی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔

۲۔ دوسری قدرت کا سلسلہ دائمی ہے اور یہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگی اور ہمیشہ جماعت کے ساتھ رہے گی۔

۳۔ قدرتِ ثانیہ کا ظہور اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک مسیح موعود علیہ السلام کی وفات واقع نہیں ہو جاتی۔ اس عبارت سے لاہوری فریق کے اس عقیدہ کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کوئی فردِ واحد نہیں بلکہ انجمن مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوگی۔ انجمن کا قیام تو مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا ـــــ!

جماعت احمدیہ کی ۵۳ ویں مجلس مشاورت کے دوسرے روز مورخہ یکم اپریل ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دستِ مبارک سے مجالس خدام الاحمدیہ میں سے اول آنے والی مجلس کو عَلمِ انعامی اور دوم وسوم رہنے والی مجالس کو اسنادِ خوشنودی عطا فرمائیں۔

پہلے مکرم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے حضور کی خدمت میں خدام الاحمدیہ کا عَلمِ انعامی اپنے دستِ مبارک سے عطا کرنے کی درخواست کی اور اس سلسلہ میں بتایا کہ گزشتہ سال اپنی کارگزاری کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر اول رہی ہے اس لئے وہ عَلمِ انعامی کی مستحق ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ دوم اور مجلس خدام الاحمدیہ کنری (سندھ) سوم رہی۔ چنانچہ حضور اقدس نے اپنے دستِ مبارک سے مکرم سعید احمد صاحب ناصر قائد مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کو عَلمِ انعامی عطا فرمایا اور دوم اور سوم رہنے والی مجالس کو اسنادِ خوشنودی عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کو یہ اعزاز مبارک کرے۔ آمین +

(ادارہ)

خلافت!

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ارشادات

خلیفہ خدا بناتا ہے

۱۔ "کسی قسم کا خلیفہ ہو اس کا بنانا جناب الٰہی کا کام ہے۔ آدمؑ کو بنایا تو اس نے۔ داؤدؑ کو بنایا تو اُس نے۔ ہم سب کو بنایا تو اس نے۔ پھر حضرت نبی کریمؐ کے جانشینوں کو ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط جو مومنوں میں سے خلیفہ ہوتے ہیں اُن کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ اُن کو خوف پیش آتا ہے مگر خدا تعالیٰ انکو تمکنت عطا کرتا ہے جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کے لئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔"

(الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء)

۲۔ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح پر آدمؑ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

۳۔ "خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کرتے کو ہرگز نہیں اُتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اِس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو۔ پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔"

(اخبار بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱ کالم ۱)

۴۔ "مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ ..... خدا تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو مجھے موت دے دے گا۔ تم اِس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے۔ ..... جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔"

(الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء)

سید ادریس احمد صاحب عاجزؔ عظیم آبادی

جان و مال و آبرو ہر چیز ہے تجھ پر نثار

اے جہانِ احمدیت کے امیر و تاجدار
جلوۂ حُسنِ ازل تیری جبیں سے آشکار

ظلِّ ذوالنورینِ عثمانِ غنیؓ نامدار
گلشنِ دینِ نبیؐ میں تجھ سے ہے تازہ بہار

اے غلامِ مصطفےٰ محبوبِ ربِّ کردگار
جان و مال و آبرو ہر چیز ہے تجھ پر نثار

عرش والے نے دیا داؤد کا تجھ کو خطاب
مومنوں کے دل خوشی سے کھل گئے مثلِ گلاب

دشمنانِ تیرہ باطن کھا رہے ہیں پیچ و تاب
راہ ان کی بالیقیں ہے راہِ خسران و تباب

جو خلافت یہ ہے تیری معترض ہے بے شعور
دُور تر از سایۂ لطفِ خداوندِ غفور

اے خدائے عزّوجل کے فضل و قدرت کے نشاں
نصرت و تائیدِ حق تیرے ہیں ہر دم ہمعناں

تیرے دم سے جلوۂ نورِ نبیؐ یوں ضو فشاں
جگمگا اُٹھی ضیاء سے جس کی یہ بزمِ جہاں

لمحہ لمحہ تجھ کو حاصل الفتِ معبود ہے
تیرہ بختوں کی نگہ میں تو ہُوا محسود ہے

حاسدانِ کج دماغ و کم نگاہ و پُر غرور
گر نہ دیکھیں نور تیرا اُن کی آنکھوں کا قصور

تیری اُلفت میں بندھے ہیں مومنانِ باشعور
ذات تیری موجبِ تسکین و آرام و سرور

لاکھ ہوں گر اہرمن کے حملہ ہائے پُر خطر
مومنوں کے واسطے اے میری جاں تو ہے سپر

عاجزؔ ناکارہ تیرے در کا ہے ادنیٰ فقیر
خواہشاتِ نفس کی پابندیوں کا ہے اسیر

اے مری جاں کے سہارے اے مرے بدرِ منیر
کر دعا اس کے لئے راضی رہے ربِّ قدیر

لغزش و عصیاں کی بخشش کا وسیلہ چاہیئے
سایۂ دامانِ لطفِ شاہِ بطحیٰ چاہیئے

خلافت سے وفاداری کے تقاضے

{۱۹۵۶ء کے فتنۂ منافقین کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خدام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-}

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۱۹)

قرآن کریم کی جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اس دَور کے متعلق۔ جو آجکل ہم پر گزر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی تعلیم دی ہے جو ہماری جماعت کو ہر وقت مدنظر رکھنی چاہیئے۔ بے شک ہماری جماعت کے دوستوں نے موجودہ فتنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے عہدِ وفاداری کو تازہ کیا ہے اور ہر جگہ کی جماعت نے وفاداری کا عہد مجھے بھجوایا ہے مگر قرآن کریم کی اس آیت میں وفاداری کے عہد کے علاوہ کچھ اَور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں یا یوں کہو کہ وفاداری کی صحیح تعریف کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خالی مُنہ سے کہہ دینا کہ مَیں وفادار ہوں کافی نہیں اور اس مثبت کے مقابلے میں ایک منفی کی بھی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ اے مومنو! اگر تمہاری وفاداری کا عہد سچا ہے تو تمہیں جس طرح وفاداری کرنی ہوگی اسی طرح ایک بات نہیں بھی کرنی۔ جب تک یہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جمع نہ ہو جائیں تم مومن نہیں ہو سکتے۔ کرنا تو یہ ہے کہ تم نے وفادار رہنا ہے لیکن اس کی علامت ایک نہ کرنے والا کام ہے۔ خالی مُنہ سے کہہ دینا کہ مَیں وفادار ہوں کوئی چیز نہیں ——— اگر تم واقعہ میں وفادار ہو تو تمہیں ایک اَور کام بھی کرنا ہوگا۔ . . . . یا یوں کہو کہ تمہیں ایک کام سے بچنا پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ تمہارے ہم خیال نہیں وہ تم سے الگ ہیں ان سے مخفی تعلق اور دوستی ترک کرنی پڑے گی۔ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا - اگر تم ہماری یہ بات نہیں مانو گے تو وہ تمہارے اندر فتنہ اور فساد پیدا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے اور تمہاری وفاداری کے عہد خاک میں مل جائیں گے۔ تمہارا عزم اور تمہارے دعوے مٹی میں مل جائیں گے اور وہ کچھ بھی نہیں رہے گا جب تک کہ تم ہماری اس ہدایت کو نہیں مانو گے یعنی وہ لوگ جو تم سے الگ ہیں اور تمہارے اندر فساد اور تفرقہ

پیدا کرتے ہیں تم ان سے قطعی طور پر کسی قسم کی دوستی اور تعلق نہ رکھو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہرحال اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں آپ سب کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ان کو یاد رکھو اور اپنی جگہوں پر واپس جاکر اپنے بھائیوں اور دوستوں کو بھی سمجھاؤ کہ زبانی طور پر وفاداری کا عہد کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اگر تم واقعی وفادار ہو تو تمہیں منافقوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے لا یالونکم خبالاً والی بات پوری کر دی ہے۔ اور وہ جماعت میں فتنہ اور تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کی ہدایت یہی ہے کہ ان سے مخفی طور پر اور الگ ہو کر بات نہ کی جائے اور اس پر تمہیں عمل کرنا چاہیئے تاکہ تم شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاؤ۔"

(الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۵۷ء)

جماعت احمدیہ کی ۵۳ ویں مجلس مشاورت

جماعت احمدیہ کی ۵۳ ویں مجلس مشاورت ۳۱ مارچ اور یکم و ۲ اپریل ۱۹۷۲ء کو ربوہ میں منعقد ہوئی۔ جماعت کے نمائندگان نے متعدد اصلاحی، تنظیمی اور مالی تجاویز کے بارے میں اپنی آراء حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیں۔ اور حضور نے ان کے متعلق فیصلے فرمائے۔ ان تجاویز میں صدر انجمن احمدیہ۔ تحریک جدید اور وقفِ جدید کے مالی بجٹ برائے سال ۱۹۷۲-۷۳ء بھی شامل تھے۔

امسال ان تینوں اداروں کے بجٹ کی میزان ایک کروڑ بارہ لاکھ روپے سے متجاوز ہے۔ تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ قرآن کریم کی عالمگیر مہم کے لئے جماعت کا یہ حقیر نذرانہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جماعت کی مساعی کے جو حوصلہ افزا نتائج ظاہر ہو رہے ہیں ان کی ان محدود مالی وسائل سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

یہ خدا تعالیٰ کا مزید فضل ہے اور خلافت کی برکت ہے کہ حضور کے ارشادات کی تعمیل کرتے ہوئے مامورِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے افراد ہر قسم کی قربانی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے قلیل عرصۂ خلافت میں بالخصوص مالی قربانیوں کے کئی نئے شعبے قائم فرمائے ہیں۔

اقرارِ وفاداری

ذیل میں ان تین قرار دادوں کا متن پیش کیا جا رہا ہے جو حالیہ فتنہ منافقین کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور اہالیانِ ربوہ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں۔ ان میں انصار، خدام، اطفال اور مستورات سبھی شامل ہیں ـــــ انکے علاوہ جن مجالس خدام الاحمدیہ کی قرار دادیں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے توسط سے موصول ہوئی ہیں ان کی فہرست آخر میں دی جا رہی ہے ـــــــــــــ (ادارہ)

اہالیانِ ربوہ کی قرار دادیں

(۱) پہلی قرارداد:-

(یہ قرارداد محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ اسلام افریقہ نے پیش کی)

"ہم اہالیانِ ربوہ منافقین کے ان تمام الزامات کو جو انہوں نے نہایت دریدہ دہنی سے پسِ پردہ رہ کر اہالیانِ ربوہ پر لگائے ہیں بہتانِ عظیم سمجھتے ہیں اور اس مذموم حرکت کی وجہ سے ہم ان منافقین کو قابلِ نفرین سمجھتے ہیں۔

ربوہ کی پاکیزہ بستی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام (اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت دے) خواتین مبارکہ جنکی اللہ تعالیٰ نے اپنے الہامات میں تعریف فرمائی ہے۔ مبلغین کا وہ گروہ جو سالہا سال بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے چکے ہیں اور ان مبلغین کے پاکیزہ اہل و عیال جو اس وقت مصروفِ جہاد میں رہ رہے ہیں۔ ربوہ میں رہنے والے لوگ شب و روز اسلام کی روز افزوں ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اپنے جان و مال سے اس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔

یہاں کی مستورات وہ ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے توفیق دی کہ غیر ممالک میں خانہ خدا کی تکمیل کے لئے اپنے زیورات تک اتار کر دے دیئے۔ اور انہی کی کوششوں سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسوقت یورپ میں متعدد مساجد ایسی ہیں جو صرف اور صرف مستورات ہی کے چندوں سے تعمیر ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ نیک اور پاکیزہ لوگوں پر الزام لگانے والے اگر توبہ نہ کریں تو انہیں جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:-

انّ الّذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنّم ولھم

عذاب الحریق ۔ (بروج)

نیز فرمایا :-

ان الذین یرمون المحصنٰت
الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی
الدنیا والاٰخرۃ ولھم عذاب
عظیم ۔ (النور)

ان منافقین نے الزامات لگا کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کا مستحق بنا لیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان منافقین کو سمجھ اور توبہ کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور حضور کے مقاصدِ دینیہ کو اپنے خاص فضل سے تکمیل تک پہنچائے۔

ہم حضور کے خدام اپنی جان، مال اور ہر وہ چیز جو ہمیں عزیز ہے حضور کے مقاصد کی تکمیل کیلئے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اے خدا تو ہمارے اس ارادے اور عہد میں برکت دے آمین۔

ہم ہیں حضور کے جاں نثار خدام

اہالیانِ ربوہ"

---

(۲) دوسری قرارداد

(یہ قرارداد محترم مولانا نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نے پیش کی)

"چند نقاب پوش۔ بزدل اور کمینہ خصلت منافقین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور اہل ربوہ پر جو الزامات عائد کئے ہیں ہم تمام اہل ربوہ یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ وہ بے بنیاد اور جھوٹ کا ایک شرمناک پلندہ ہیں ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اور سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے خلیفہ بنایا ہے اور حضور قدرتِ ثانیہ کے تیسرے برحق مظہر ہیں

احمدیت پر ہر نیا دن چڑھنے والا اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ اسلام کو جو سر بلندی اور ترقی حاصل ہو رہی ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خلیفہ برحق ہونے کی نہ صرف بیّن دلیل ہے بلکہ ایک ناقابلِ تردید ثبوت بھی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ احمدیت اور اسلام کی ترقی اور نظام کی مضبوطی ہی سے بوکھلا کر منافقین نے مذموم اور مذبوح حرکات شروع کی ہیں لیکن ہمارا ایمان ہے اور اس پر ہم پورے یقین کے ساتھ قائم ہیں کہ ہمیشہ کی طرح منافقین خائب و خاسر رہیں گے اور ان ناکامیوں کی آگ میں جل کر بھسم ہو جائیں گے۔

ہم ان منافقین سے دلی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ ہم حضور کے جاں نثار خادم ہیں اور ہمیشہ ہم حضور کا ساتھ دیں گے اور ربوہ کی مقدس سرزمین پر منافقین کے قدموں کو ہرگز ہرگز برداشت

نہیں کریں گے۔

ہم ہیں حضور کے جاں نثار خدام

اہلِ ربوہ"

---

(۳) تیسری قرارداد

یہ قرار محترم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ہیڈ آف دی فزکس ڈیپارٹمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے پیش کی:-

"ہم اہالیانِ ربوہ منافقین کے اس گروہ کو جس کا ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء میں فرمایا ہے ان کی مذموم حرکات کی وجہ سے قابلِ نفرت گردانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جماعتیں جب ترقی کی طرف گامزن ہوتی ہیں تو منافقین جنہیں یہ ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی مصلح کے روپ میں آکر لوگوں کو گمراہ کرنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید منافقین کی حرکات کو سمجھنے اور ان کا سدِباب کرنے میں ہماری مکمل راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک واضح علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ اب بھی منافقین نے جن باتوں کو اپنی شرارت کا ذریعہ بنایا ہے سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ہیں۔

منافقین ہمیشہ ہی سے وحدتِ اسلام کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں موجودہ گروہ کا بھی اصل مقصد یہی ہے۔ ہم ان کی اس جسارت کو نہایت درجہ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ہم اہالیانِ ربوہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو صدق دل سے یقین دلاتے ہیں کہ ہم خلافت کے قیام اور استحکام کے لئے ہر ممکن کوشش صرف کرتے رہیں گے۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے اس یقین سے پُر ہیں کہ منافقین کا گروہ خائب و خاسر رہے گا اور احمدیت کا کارواں اس کی مدد اور نصرت سے ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائیگا۔ انشاء اللہ

ہم ہیں حضور کے جاں نثار خدام

اہلِ ربوہ"

۱۔ قیادت مسجد نور راولپنڈی
۲۔ " سرگودھا شہر
۳۔ " لائل پور
۴۔ " ضلع لاہور (بذریعہ تار)
۵۔ " دارالذکر لاہور
۶۔ " ماڈل ٹاؤن لاہور
۷۔ " مغل پورہ لاہور
۸۔ " چک 245/E.B ضلع ساہیوال
۹۔ " چک 285/E.B "
۱۰۔ " چک 30/11-L "
۱۱۔ " چک 273/E.B "
۱۲۔ " چک 55/2-L "

۱۳- قیادت وساوے والا ضلع ساہیوال
۱۴- " صدر گوگیرہ " "
۱۵- " چک $\frac{17}{14-L}$ " "
۱۶- " بصیر پور " "
۱۷- " گگو منڈی " "
۱۸- " قبولہ " "
۱۹- " چک $\frac{6}{11-L}$ " "
۲۰- " میرک " "
۲۱- " چک $\frac{263}{E.B}$ " "
۲۲- " دیپالپور " "
۲۳- " چک $\frac{137}{9-L}$ " "
۲۴- " ساہیوال شہر " "
۲۵- " حیدر آباد ضلع حیدر آباد
۲۶- " کوٹری "
۲۷- " جام شورو "
(تینوں شہروں کے خدام نے مشترکہ قرارداد بھجوائی)
۲۸- " ٹنڈو محمد خان ضلع حیدر آباد
۲۹- " کوٹ احمدیاں " "
۳۰- " نواز آباد فارم " "
۳۱- " کنری ضلع تھرپارکر
۳۲- " نبی سر روڈ " "
۳۳- " لطیف نگر فارم " "
۳۴- " کریم نگر فارم " "
۳۵- " شریف آباد " "
۳۶- " نصرت آباد " "
۳۷- " سانگھڑ " سانگھڑ
۳۸- قیادت شہداد پور ضلع سانگھڑ
۳۹- " گوٹھ عبدالغنی چک ۲۴ " "
۴۰- " احمد پور " "
۴۱- " فتح پور " "
۴۲- " گوٹھ فضل عمر " "
۴۳- " میرپور خاص " میرپور

الوداع

مکرم و محترم بشیر احمد صاحب شمس سابق مبلغ مغربی جرمنی قریباً ڈیڑھ سال تک معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد چند دن تک سیرالیون (مغربی افریقہ) بطور انچارج مشنری تشریف لے جا رہے ہیں۔ موصوف نے مجلس مرکزیہ کے معتمد کی حیثیت سے بہت محنت اور جذبہ کے ساتھ خدام الاحمدیہ کی خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کو نئی ذمہ داریوں سے باحسن طریق عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے۔

(ادارہ)

ربوہ کی مسجد جامع

(اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں ایک پُرشکوہ اور عالی شان جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے تفاؤل کے طور پر اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا ہے۔ اس مسجد کا افتتاح سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳۱ امان ۱۳۵۱ھش مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء بروز جمعۃ المبارک فرمایا۔ اس مسجد کی عمارت کے بعض دلچسپ کوائف ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔)

(۱) یہ عظیم الشان مسجد ستر ہزار مربع فٹ میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس وقت تک اس کی تعمیر پر کم و بیش ۵ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

(۲) اس مسجد کی تعمیر کا فیصلہ ۱۹۶۵ء کی مجلس مشاورت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں کیا گیا تھا۔ اس کی تعمیر کے تمام اخراجات ایک نہایت مخلص، فدائی اور مخیر احمدی نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں جو اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔

(۳) مسجد کا مین ہال جو کہ بغیر ستونوں کے کنکریٹ سے بنایا گیا ہے۔ ۸۰ × ۲۲۰ فٹ ہے۔ بغیر ستونوں کے اتنا بڑا ہال ملک میں شاید ہی کسی اور جگہ ہو۔ صحن کے ساتھ دونوں جانب ۲۰ × ۱۵۵ فٹ کے دو برآمدے ہیں اور صحن ۸۰ × ۲۲۰ فٹ پر مشتمل ہے مجموعی طور پر مسجد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیک وقت قریباً ۱۵ ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں مین ہال میں چونکہ کوئی ستون نہیں ہے اسلئے اس میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ امام کی زیارت سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

(۴) مسجد کے مسقف حصے میں مستورات کے لئے ایک وسیع گیلری ہے جو ۲۰ × ۳۴ فٹ پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں سیمنٹ کی خوبصورت جالی کے ساتھ پردے کا نہایت معقول انتظام کیا گیا ہے۔

(۵) اس مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ شروع سے لیکر آخر تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کی تعمیر میں ذاتی طور پر گہری دلچسپی لیتے رہے حضور نے درجنوں بار خود تشریف لے جا کر اسے ملاحظہ فرمایا اور متعلقہ کارکنان کو نہایت اہم اور قیمتی ہدایات سے نوازا۔ اس امر کی حضور نے

خاص طور پر بہت احتیاط کے ساتھ نگرانی فرمائی کہ عمارت کی تکمیل میں افادیت کا پہلو بہرحال مقدم رہے اور اخراجات میں کسی قسم کا بھی ضیاع نہ ہو بلکہ ہر ممکن کفایت سے کام لیا جائے۔ آخری بار حضور نے افتتاح سے ایک روز قبل ۲۰ ر امان کو بعد نماز عصر مسجد اور اس کے افتتاح کے جملہ انتظامات کا معائنہ فرمایا۔

(۶) صحن کی جانب سے مسجد میں داخل ہونے کے گیارہ گیٹ ہیں جن میں سے درمیانی دروازے کی محراب بہت بڑی ہے۔ چار بڑے مینارے ہیں اور دو چھوٹے مینار ہیں۔ ان کے گنبد سفید رنگ کے ہیں۔ بڑے گیٹ کے ارد گرد نہایت خوبصورت رنگ دار ٹائلز لگائی گئی ہیں جن کی وجہ سے مسجد کی خوبصورتی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

(۷) مسجد کی پیشانی پر دروازوں کے اوپر نہایت جلی روشن اور خوبصورت طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:-

الحکم للہ۔ لا غالب الا اللہ۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

القدرۃ للہ۔ النصرۃ للہ۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

(۸) مسجد کی دیواروں کی اونچائی ۲۵ فٹ ہے۔ تمام کھڑکیوں اور روشندانوں میں ایسا شیشہ استعمال کیا گیا ہے جس کی چمک اندر بیٹھنے والوں کی آنکھوں کے لئے تکلیف دہ نہ ہو۔ محراب کی طرف جہاں پورچ بنایا گیا ہے دو راستے الگ طور پر جاتے ہیں۔

(۹) مسجد کی تعمیر کے لئے حضور ایدہ اللہ کی عمومی نگرانی میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ہیں۔ سیکرٹری کے فرائض گزشتہ اکتوبر تک محترم شیخ مبارک احمد صاحب سرانجام دیتے رہے۔ جس کے بعد اب محترم بریگیڈیر اقبال احمد صاحب شمیم اس نازک اور اہم ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی عدم موجودگی میں محترم چوہدری ظہور احمد صاحب قائمقام سیکرٹری ہوتے ہیں۔

(۱۰) اس مسجد کا نقشہ چوہدری عبد الرشید صاحب احمدی چارٹرڈ آرکیٹیکٹ سابق پروفیسر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور حال مقیم لنڈن نے تیار کیا۔ چوہدری نذیر احمد صاحب انجینئر شروع سے لے کر اکتوبر ۱۹۷۱ء تک کام کی نگرانی کرتے رہے۔ بہت سے دیگر احمدی انجینئر بھی تعمیر میں گہری دلچسپی لیتے رہے اور مشورہ دیتے رہے۔ ان کے علاوہ بعض دیگر قابل اور مشہور انجینئروں کو بھی وقتاً فوقتاً مشورہ کے لئے بلایا جاتا رہا۔ تاکہ اگر کسی جگہ بھی کوئی نقص نظر آئے تو

اس کی نشاندہی اور اصلاح ہو سکے۔

(۱۱) مسجد میں یک صد برقی پنکھے لگائے گئے ہیں۔ مسجد کے ملحق ۲۰ غسلخانے، ۱۲ لیٹرین اور ۲۷ طہارت خانے ہیں مستورات کے لئے علیحدہ غسلخانوں اور لیٹرین کا انتظام ہے۔ وضو کے لئے کثرت سے نلکے لگائے گئے ہیں۔ ان سب میں فلش سسٹم ہے

(۱۲) پانی کی فراہمی کے لئے قریبی پہاڑی پر ۹۰ فٹ کی بلندی پر ایک ٹینکی بنائی گئی ہے۔ جس میں پندرہ ہزار گیلن پانی سما سکے گا۔ اس ٹینکی میں پانی لانے کے لئے ۶ انچ بور کا ایک ٹیوب ویل ۲۷ سو فٹ کے فاصلہ پر ایسی جگہ لگایا گیا ہے جہاں پر پانی میٹھا ہے۔

(۱۳) روشنی کا بھی نہایت معقول اور اعلیٰ انتظام ہے۔ لائٹ پوائنٹس کی تعداد دو صد ہے۔ ۶ فلڈ لائٹ صحن کے لئے ہیں جہاں ۵۰۰ وولٹ کے مرکری بلب نصب ہیں۔ ایک فلڈ لائٹ سائیکل پارک اور ایک کار پارک کے لئے ہے۔

(۱۴) مسجد میں جانے کے لئے وسیع راستے اور سڑکیں بنائی گئی ہیں جن کے درمیان مختلف قطعات میں گھاس اور پھولوں کے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ اس وجہ سے مسجد کا ماحول بہت سرسبز اور خوبصورت منظر پیش کریگا انشاء اللہ۔

زاہد ربانی صاحب
گجرات

کیا ہے یہ قربتِ دلدار، تجھے کیا معلوم
تو ہے غیروں کا پرستار، تجھے کیا معلوم

مری گالوں پہ ڈھلکتے ہوئے اشکوں پہ نہ جا
کون ہے ان کا خریدار، تجھے کیا معلوم

نارسا سمجھا ہے نالوں کو مرے تو ناصح
حاصلِ لذتِ تکرار، تجھے کیا معلوم

مرے بے ربط فقرے یہ ادھوری باتیں
ہیں یہی حاصلِ افکار، تجھے کیا معلوم

اپنی آہوں کو ہے گیتوں میں سمویا اس نے
تر ازاہد بھی ہے فنکار، تجھے کیا معلوم

مسجد احمدیہ "بو" (سیرالیون) کی تعمیر کے سلسلہ میں

سیرالیون میں ایک عظیم الشان وقار عمل

(مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح مبلغ مقیم "بو" سیرالیون)

احباب کو یاد ہوگا کہ اس قسم کے وقار عمل ماریشس، فجی اور دوسری جماعتوں میں بھی کرائے گئے ہیں۔ عہدیداران مجالس خدام الاحمدیہ ان تفصیلات سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے ہاں بھی ایسے وقار عمل منا سکتے ہیں ——— (ادارہ)

احمدیہ مرکزی مسجد "بو" شہر اپنی تعمیر کے مراحل طے کرتے ہوئے چھتوں تک پہنچ چکی تھی۔ چھت پر لینٹل ڈالنے کے لئے لکڑی کے تختے لگائے جا کر لوہا بھی باندھ دیا گیا تھا۔ یہ کام قریباً دو ہفتہ میں Mr. Bai Tury Carpenter نے نہایت محنت اور توجہ سے انجام دیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب شاہد امیر جماعتہائے احمدیہ سیرالیون نے جماعت احمدیہ "بو" کے احباب سے مشورہ کے بعد مورخہ ۵ رامان ۱۳۵۱ھش (مارچ ۱۹۷۲ء) اتوار کا دن چھت پر کنکریٹ ڈالنے کے لئے مقرر کیا۔

۱۹ فٹ بلند اور ۴۲×۵۲ فٹ طول و عرض والی اس عظیم مسجد پر ایک دن میں پانچ انچ موٹا کنکریٹ ڈالنے کے لئے مضبوط اور بلند ہمت لوگوں کی کثیر تعداد میں ضرورت تھی تاکہ اس آخری مرحلہ کو آسانی سے طے کیا جا سکے۔ محترم امیر صاحب پہلے سے ہی یہ خیال ظاہر کر چکے تھے کہ علاوہ "بو" جماعت کے لوگوں کے اردگرد کی نزدیکی جماعتوں اور پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کے طلباء کو بھی کہا جائے کہ وہ اس مبارک کام میں شمولیت اختیار کریں۔

کام شروع ہونے سے دو دن قبل مکرم پا سعید و بنگورا صاحب نے طلباء سیکنڈری سکول کو مؤثر رنگ میں اس کام کی اہمیت بتائی جس کے

نتیجہ میں ایک صد طلباء نے برضا و رغبت اور بصد شوق اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ نیز پرائمری سکول کی سینیئر کلاسوں کے طلباء اور طالبات نے بھی نہایت خندہ پیشانی سے اس کام میں حصہ لیا۔

اڑھائی صد سے زائد کے اجتماع کی موجودگی میں مکرم امیر صاحب نے صبح چھ بجے دعا کے ساتھ وقارِ عمل کا افتتاح کروایا۔ اس کے بعد تمام احباب جماعت اور ہر دو سکولوں کے طلباء اور طالبات کام میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

مسجد کی مشرقی اور مغربی اطراف میں تین جگہوں پر کنکریٹ تیار کر کے اُوپر پہنچانا شروع ہوا۔ جوں جوں دن چڑھتا رہا لوگوں کے کام کا شوق اور جذبہ بھی ترقی پذیر رہا۔ وقارِ عمل کے دوران پرائمری سکول کی طالبات نے اجتماعی طور پر ترنم کے ساتھ احمدیت کی تعریف میں بعض نظمیں مقامی اور انگریزی زبان میں گائیں اور گاہے گاہے نعرہ ہائے تکبیر، احمدیت زندہ باد، حضرت امیر المومنین زندہ باد کے نعرے بھی بلند ہوتے رہے۔ یہ چیزیں کام کرنے والوں میں مزید جوش اور جذبہ پیدا کرنے کا موجب ہوئیں۔

سکول کی طالبات اور جماعت کی بعض مستورات کا کام پانی مہیا کرنا تھا انہوں نے ہمت اور شوق سے آخر تک پانی میں کمی واقع نہ ہونے دی۔

جذبہ و شوق اور ہمت و عزم سے پُر یہ تاریخی وقارِ عمل مسلسل تین بجے رات یعنی پورے اکیس گھنٹے تک جاری رہا۔

دوسرے دن مورخہ ۱۶ر امان کو صبح چھ بجے تمام احباب پھر اسی جذبہ و شوق کے ساتھ کام کے لئے تیار ہو کر پہنچ گئے اور دوبارہ پہلے سے جوش کے ساتھ کام شروع ہو گیا اور ٹھیک دو بجے دوپہر کو پوری چھت پر کنکریٹ ڈال کر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مہم کو سر کر لیا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جماعت کے بعض بزرگ یعنی الحاج علی ردیزہ پاسعید وبنگورا باوجود پیرانہ سالی کے سارا وقت مقامِ عمل پر موجود رہ کر کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

اس عظیم الشان وقارِ عمل کے اختتام پر مکرم امیر صاحب نے تمام احباب کی اس بے لوث خدمت کا خصوصی رنگ میں شکریہ ادا کیا اور کام کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ بعدازاں تمام حاضرین سمیت آپ نے لمبی دعا کروائی۔

یاد رہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "بو" میں تشریف آوری کے موقع پر مورخہ ۱۰ ہجرت ۱۳۴۹ھش مطابق مئی ۱۹۷۰ء کو اس مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود نامساعد حالات کے گزشتہ ماہ وفا (جولائی) کے وسط میں تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وقارِ عمل میں حصہ لینے والے ہر فرد کے لئے جماعت احمدیہ "بو" نے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسرا آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جیتنے والوں کو اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے

ایوانِ محمود مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس اور جمناسٹکس کا انتظام ہے۔ جن کے مقابلے کروائے جاتے ہیں۔

مورخہ ۲۳ مارچ بعد دوپہر دوسرے آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ کا آغاز ہوا۔ ابتدائی اور سیمی فائنل مقابلے ۲۴ مارچ کی دوپہر تک کھیلے گئے۔ اہالیانِ ربوہ نے مختلف اوقات میں تشریف لاکر ان مقابلوں کو بڑے شوق سے دیکھا۔

تقسیم انعامات کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی گئی جسے حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرمایا چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ۵½ بجے شام تشریف لائے۔ محترم صدر صاحب اور ممبرانِ عاملہ مرکزیہ نے حضور کا استقبال کیا۔ ہال میں تشریف لانے کے بعد حضور نے ازراہ شفقت ایک خوش قسمت خادم کو اپنے ساتھ ٹیبل ٹینس کھیلنے کا موقعہ دیا۔ اس کے بعد حضور کی موجودگی میں سنگل اور ڈبل کے فائنل مقابلے ہوئے۔ مقابلوں کے اختتام پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انعامات تقسیم فرمائے۔ نیز اپنی طرف سے بھی ہر جیتنے والے کو قرآن مجید (مع ترجمہ انگریزی) کا ایک ایک نسخہ اپنے دستخطوں سے مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے حاضرین سے مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کام کا آغاز خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی کوئی انتہا نہیں اسلئے کوشش کرو کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہو"

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی اور یہ ٹورنامنٹ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اختتام پذیر ہوا۔

ٹورنامنٹ کے نتائج درج ذیل ہیں:۔

۱۔ سنگل میچ انصار احمد اور اشرف اعوان کے درمیان کھیلا گیا جو کہ انصار احمد نے جیتا۔

۲۔ ڈبل میچ مرزا مظفر احمد، انصار احمد اور ممتاز علی طور، ریاض احمد کے درمیان کھیلا گیا۔ یہ میچ مرزا مظفر احمد اور انصار احمد نے جیتا۔

عبدالرشید غنی
(مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز
ٹیبل ٹینس کھیل
رہے ہیں
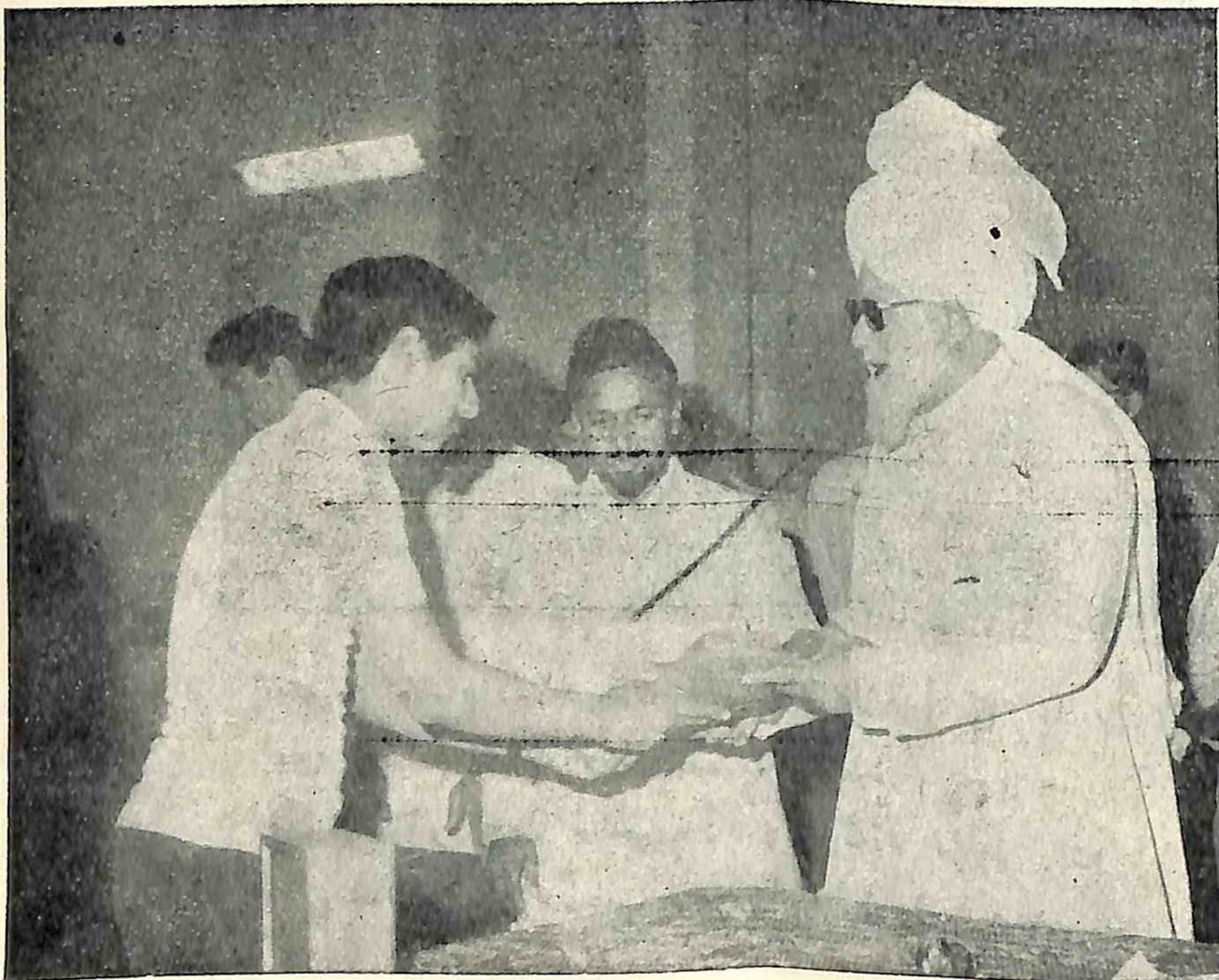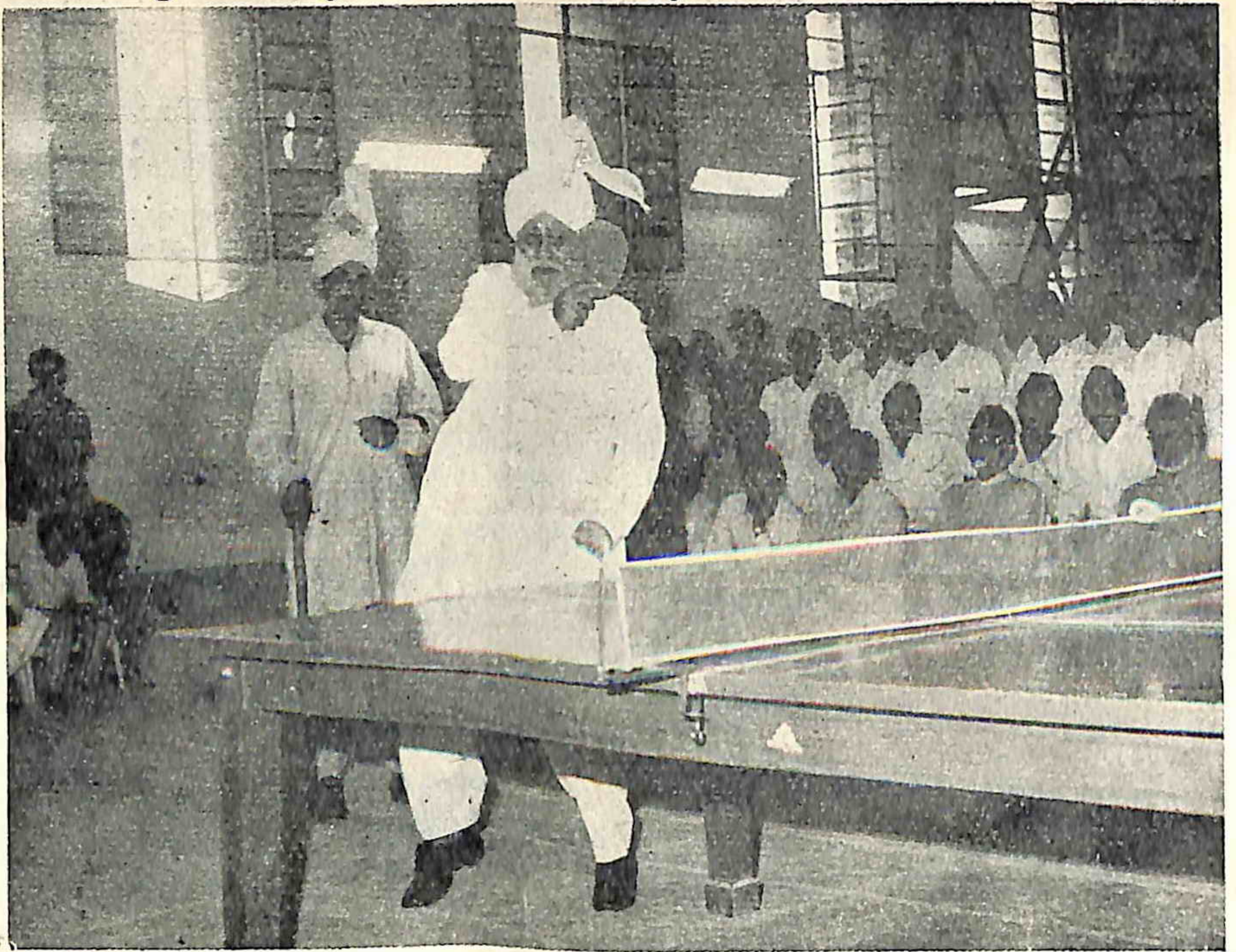
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
مرزا مظفر احمد
صاحب کو انعام
عطا فرما رہے ہیں

اس موقعہ کی ایک اور تصویر

دعــا
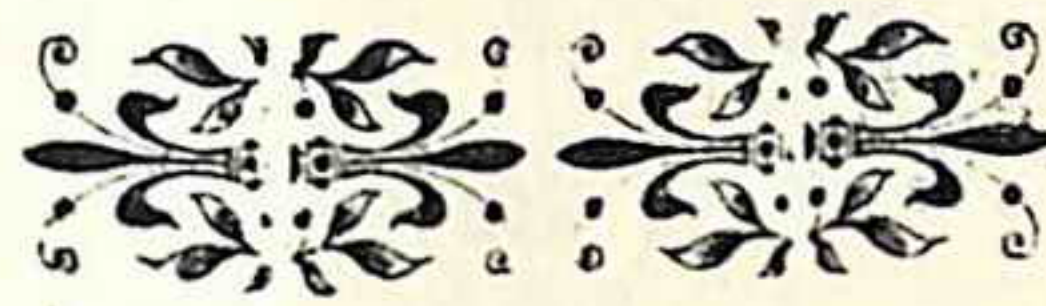
مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور کا جلسہ
یوم مصلح الموعود منعقدہ ۲۰ تبلیغ ۱۳۵۱ ھش
مکرم مبشر احمد صاحب دہلوی قائد مقامی اور
قاضی محمد اسلم صاحب صدر جلسہ تشریف فرما ھیں ۔

انٹر کالجئیٹ ایسوسی ایشن لائل پور کا اجلاس عام

مورخہ ۵ مارچ ۱۹۷۲ء بروز اتوار محترم جناب غلام دستگیر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ ضلع لائل پور کی صدارت میں احمدیہ انٹر کالجئیٹ ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں بیرونی ممالک کے طلباء کے علاوہ ایک کثیر تعداد غیر از جماعت احباب کی تھی۔ اجلاس کے مہمان خصوصی محترم چوہدری محمد علی صاحب ایم۔ اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے انگریزی زبان میں "احمدیت یعنی حقیقی اسلام اور اس کے بیرونی مشنوں کی کارگزاری" کے موضوع پر انتہائی دلچسپ اور پُر از معلومات تقریر فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں آپ نے اپنے سفر کے بعض ایمان افروز واقعات بھی سنائے۔ اور اشاعتِ قرآن کریم اور تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جماعت کی مساعی کے متعلق آپ نے مختصر طور پر حاضرین کو معلومات فراہم کیں۔

آخر میں سوال و جواب کا پروگرام بھی تھا۔ حاضرین نے مختلف نوعیتوں کے سوالات کئے۔ محترم چوہدری صاحب نے نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ حاضرین کو اپنے جوابات سے مطمئن کیا۔

آپ نے حاضرین کو یہ بھی بتایا کہ بیرونی ممالک میں احمدیہ مشن بالواسطہ طور پر پاکستان کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو جماعت میں داخل ہو کر اسلام قبول کرتا ہے وہ جماعت کے مرکز اور اس ملک سے جس میں یہ مرکز واقع ہے ضرور وابستگی کے جذبات رکھتا ہے۔ اور ہر غیر ملکی احمدی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اردو زبان سیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کا براہِ راست مطالعہ کرے +

محترم محمد احمد صاحب انور ایم۔ اے

"کبڈی"

کبڈی پاکستانی عوام کی مقبول ترین کھیل ہے۔ اس کھیل کی ابتداء غیر منقسم ہندوستان سے ہوئی اور اس کھیل میں حصہ لینے والا طبقہ عموماً صحت مند دیہاتی یا ڈنی بلڈر اور اپنے آپ کو جسمانی طاقتور خیال کرنے والا تھا۔ کیونکہ اس کھیل میں جسمانی طاقت اور سبک رفتاری ہی کامیابی کا راز ہے جس کھلاڑی کو اپنی طاقت اور دوسروں پر بالادستی کا یقین ہو وہ اطمینان کے ساتھ مقابلے پر آنے والے سے مقابلہ کرتا اور پوائنٹ حاصل کرتا ہے۔

تقسیم ہند و پاک کے بعد یہ کھیل پہلے سے زیادہ پاکستان میں مقبول ہوئی اور پنجاب کی سرزمین نے کبڈی کے بہترین کھلاڑیوں کو جنم دیا۔ پہلے مقابلہ سکھوں سے زیادہ ہوتا تھا اور سکھ کبڈی میں اچھے خیال کئے جاتے تھے اور ان کے مقابلہ میں بڑے نامور مسلمان بھی کبڈی کے کھلاڑی گزرے ہیں۔ جن سے سکھ بھی خائف ہوتے تھے اور اب کبڈی کھیلنے کے شائقین پہلے جیسے تو نہیں لیکن دیکھنے کے شائقین دوسری کھیلوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ یہ کھیل بغیر کسی مالی بوجھ کے کھیلی جاتی ہے اور صرف تھوڑی سی جگہ میں دو ٹیمیں کھیل سکتی ہیں۔

پہلے اس کھیل کے میدان کی کوئی حد نہ ہوتی تھی اور کھلاڑی اونچی آواز سے "کبڈی کبڈی" کہتے ہوئے جاتا اور ایک سانس پورا کرتا جونہی سانس ٹوٹ جاتا واپس آجاتا تھا اور ایک کھلاڑی کو سب ہی مل کر پکڑتے تھے اور پھر پکڑے جانے کی صورت میں وہ کھلاڑی دوبارہ کھیل نہیں سکتا تھا۔ بیٹھ جاتا تھا۔ جب تک سب بیٹھ نہ جاتے دوبارہ کھیل شروع نہ ہوتی۔ لیکن مختلف اوقات میں اس کھیل کے قواعد بدلتے گئے اور اب یہ کھیل ایک نئے انداز سے کھیلی جاتی ہے۔ اب یہ کھیل ایک دائرہ کے اندر کھیلی جاتی ہے جس کا قطر ۱۵۰ فٹ ہوتا ہے اور اس کا قطر دو حصوں میں دو ٹیموں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے اور دائرہ کو کسی جگہ سے بھی پار کرنا فاؤل شمار کیا جاتا ہے۔

اس کے قطر کے مرکز سے دونوں طرف دس دس فٹ کے فاصلہ پر نشان رکھ کر "پالا" یا "گیٹ" بنایا جاتا ہے۔ یعنی گیٹ یا پالا کا درمیانی فاصلہ ۲۰ فٹ

ہوتا ہے نیز اس قطر کے مرکز سے ۲۵ فٹ نصف قطر کا مزید دائرہ لگایا جاتا ہے جو "حفاظتی" اور "لازمی عبور کرنے والا دائرہ" کہلاتا ہے۔

ہر ٹیم کے ۱۱ کھلاڑی کھیلتے ہیں اور کبڈی ڈالنے کا ٹائم مقرر ہوتا ہے جو ۲۰ سیکنڈ ہے۔ پھر مزید ۲۵ سیکنڈ دیئے جاتے ہیں جس کے اندر وہ چھڑا کر جا سکتا ہے ورنہ پوائنٹ دوسری ٹیم کو مل جائے گا۔ اور اب کبڈی پوائنٹ ہی کی کھیل ہے۔ جو ٹیم زیادہ پوائنٹ وقت مقررہ کے اندر بنائے گی وہ جیتنے والی کہلائیگی۔ ہر کھلاڑی کو پکڑنے کا ایک پوائنٹ اور ہر کھلاڑی کو چھڑا کر جانے کا ایک پوائنٹ ملتا ہے۔ کھیل کا کُل عرصہ ۴۰ منٹ ہوتا ہے اور پہلے ۲۰ منٹ کے بعد ۵ منٹ کا وقفہ اور حصوں کی تبدیلی عمل میں آتی ہے۔

اس میں دو ریفری ہوتے ہیں جو اپنے اپنے حصہ کا فیصلہ دیتے ہیں۔ کچھ نمایاں فاؤل ہیں جن کے کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور کرنے پر دوسری ٹیم کو پوائنٹ مل جاتا ہے۔ مثلاً جانگیہ پکڑنا، مکا مارنا، چپیڑ مارنا، ٹھوکر یا بھی مارنا اور ہوا میں قینچی مارنا۔ بدن کو تیل لگا کر کھیلنے کی بھی ممانعت ہے۔ باہر سے کھیلنے والے کھلاڑیوں کو ہدایات بھی نہیں دی جا سکتیں۔

بہرحال کبڈی ایک ایسی عوامی کھیل ہے جس میں عوام بہت دلچسپی لیتے ہیں اور ہر عمر اور ہر طبقہ کے لوگ حصہ لیتے ہیں۔ دیکھنے کے شائقین کھلاڑیوں کی کھیل سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اپنے خوشی کے جذبات کا اظہار نقد انعام اسی وقت پیش کرتے ہوئے کرتے ہیں اور طاقتور آدمی کو اپنے جوہر دکھانے کا موقعہ بھی ملتا ہے۔

سکولوں اور کالجوں میں بھی یہ کھیل کھیلی جاتی ہے اور مختلف یونیورسٹیاں اور بورڈ انٹر کالج ٹورنامنٹ بھی کبڈی کے کھیل میں کرواتے ہیں جس میں پاکستان کبڈی فیڈریشن کے قواعد کی ہی پابندی کرتے ہیں اور فیڈریشن مختلف اضلاع کی کبڈی کی کلبوں کو منظم کرتی ہے۔

ایک یادگار تقریب

اراکینِ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لائل پور کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت ملاقات کا شرف عطا فرمایا بلکہ اپنے خدام کی یہ درخواست بھی منظور فرمائی کہ حضور ایک گروپ فوٹو میں مجلس عاملہ کے ساتھ رونق افروز ہوں۔

۲۶ فروری ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ تمام اراکینِ مجلس عاملہ محترم میاں مبارک احمد صاحب قائد اول کے ساتھ ۱۰½ بجے صبح ربوہ پہنچے۔ سب سے پہلے مقبرہ بہشتی میں جا کر دعا کی۔ اس کے بعد مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ صاحب ایم۔ اے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے ان کے دفتر میں جا کر ملاقات کی۔ آپ نے اراکین کو منظم رنگ میں خلوص، انکسار اور محنت سے کام کرنے کے متعلق نصائح فرمائیں۔ دوپہر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری فرمودہ مہمان خانہ دار الضیافت میں کھانا کھایا اور ظہر و عصر کی نمازیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتدا میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

بعد نماز عصر تمام اراکینِ مجلس عاملہ نے مکرم و محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لائلپور اور محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی معیت میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضور ازراہِ شفقت و دلداریٔ خدام گروپ فوٹو میں تشریف فرما ہوئے۔ اس کے بعد حضور نے خدام کو روح پرور نصائح سے نوازا۔ حضور نے فرمایا:-

"انسان کو کسی چیز کی عادت نہیں ہونی چاہیئے یعنی اپنے جسم کو کسی چیز کا محکوم نہیں بنانا چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی شخص پان یا چائے پینے کا عادی ہے اگر کسی وقت اس کو میسر نہ آئے تو اس کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے کسی چیز کی عادت نہیں ہے۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کمیونزم اور سوشلزم اور اسلامی نظریات کا موازنہ بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا:-

"میں آجکل موزے تنگ کے خیالات اور تعلیمات کا موازنہ کر رہا ہوں۔ اس کی تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے متاثر ہوا ہے۔" حضور نے فرمایا کہ شہری آبادی کا انحصار دیہی آبادی پر ہوتا ہے۔ اگر گاؤں والے تعاون نہ کریں تو شہر کی زندگی اجیرن ہو سکتی ہے۔" آپ نے فرمایا "آپ سب خدام کو چاہیئے کہ دیہات سے رابطہ پیدا کریں تاکہ گاؤں والے کسی اور نظام کو قبول نہ کریں بلکہ اسلامی نظام کو پسند کریں۔"

حضور نے خدام کو مزید نصائح بھی فرمائیں اور انتہائی محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے خدام کو رخصت فرمایا۔

جناب حامد محمود ملک صاحب
گنج مغلپورہ لاہور

مشعلِ راہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو عشق اور فدائیت تھی اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایک عیسائی پادری لکھتا ہے کہ عیسائیو! اس بات کو یاد رکھنا کہ محمدؐ نے دین کا وہ جذبہ اپنے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو حضرت مسیحؑ کے ابتدائی حواریوں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ جب حضرت مسیحؑ کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اُن کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے مُنہ میں گرفتار چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے برعکس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر آپؐ کو دشمنوں پر غالب کر دیا۔ ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن کو پڑھ کر آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپؐ پر فدا ہونے کے لئے ہر وقت اِس طرح تیار رہتے تھے جیسے پروانے شمع پر۔

(۱)

غزوۂ اُحد میں حضورِ اکرمؐ کا چہرۂ مبارک زخمی ہُوا تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر خون کو چُوسا اور ادب کے خیال سے چُوسے ہوئے خون کو زمین پر پھینکنا گوارا نہ کیا اور اُسے پی گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جس کا خون میرے خون سے آمیز ہے تو وہ مالک بن سنان کو دیکھے۔

(سیرت ابن ہشام)

(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ آٹھ دس سال کی عمر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور ہوئے تھے لیکن اس کم سنی کے باوجود آپؐ پر پروانہ وار فدا تھے اور نہایت محبت اور اخلاص کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرتے تھے حتّٰی کہ نمازِ فجر سے قبل اُٹھ کر مسجد نبوی میں پہنچتے اور حضورؐ کے تشریف لانے سے قبل آپؐ کے لئے پانی کا خاطر خواہ انتظام کر کے حاضر رہتے تھے۔ (سیر انصار جلد ۱)

(۳)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ جنگ اُحد میں جب دوبارہ حملہ ہُوا تو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بہت تھوڑے آدمی رہ گئے تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس وقت نہایت جاں نثاری کا ثبوت دیا اور اپنی جان پر کھیل کر حضورؐ کی حفاظت کرتے رہے۔ دشمن کی طرف سے جو تیر آتا اُسے اپنے ایک ہاتھ پر روکتے تھے۔ اور جب تیر آ کر لگتا تو ہاتھ کو اِدھر اُدھر کرنا تو درکنار اُف تک نہ کرتے مبادا حرکت پیدا ہو اور ہاتھ سامنے سے ہٹ جائے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی گزند پہنچے۔ آپؓ نے اُس ہاتھ پر اس قدر تیر کھائے کہ وہ بالکل شل ہو گیا۔

(سیر انصار جلد ۱)

(۴)

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں تبلیغ فرما رہے تھے اس پر قریش سخت برہم ہوئے اور آپؐ پر حملہ آور ہوئے۔ اسوقت قریش کا غصہ انتہا پر تھا اور ان سے تعرض کرنا اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا تاہم حضرت ابو بکرؓ کے جذبۂ جاں نثاری نے جوش مارا اور آپؓ نے آگے بڑھ کر قریش کو سخت ملامت کی اور فرمایا کہ کیا تم محمدؐ کو اسلئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۳)

(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزین ہوئے تو اس غار کے سوراخ اگرچہ نہایت احتیاط سے بند کر دیئے گئے تھے تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ رسول اکرمؐ حضرت ابو بکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ اتفاقاً اس سوراخ میں سے ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے محبوب آقا کے آرام میں معمولی خلل بھی گوارا نہ کیا۔ آپؓ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس سوراخ پر پاؤں رکھ دیا جس پر سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر اثر کرنے لگا مگر آپ نے پھر بھی حضورؐ کے آرام کا اس قدر خیال کیا کہ اُف تک نہ کی اور معمولی حرکت بھی آپؓ سے سرزد نہ ہوئی تا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ ہو۔ تکلیف کی شدت سے بے قرار ہو کر آپؓ کی آنکھوں سے چند آنسو ڈھلک گئے۔ ایک قطرہ حضورؐ کے رخسار مبارک پر بھی گرا۔ حضورؐ کی آنکھ کھل گئی اور دریافت فرمایا کہ ابو بکر کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپؐ لعاب دہن اس مقام پر لگایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے زہر دور ہو گیا +

محمود مجیب صاحب اصغری۔ ایس سی
گڑھ مہاراجہ۔ جھنگ

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمت خدا کرے

مصلح موعود کی اسلام اور غیر مذاہب میں پیشگوئیاں

الف۔ اسلام :۔

۱۔ جب قرآن مجید میں آیت وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ الجمعہ آیت ۴) نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ آخرین کون ہیں؟ تو آپؐ نے سلمانؓ فارسی کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ لو کان الایمان معلّقاً بالثریّا لنالہٗ رجلٌ او رجالٌ من فارس (بخاری) یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریّا تک بھی اُڑ گیا تو اہلِ فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔

اس میں جہاں حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام کی آمد کی پیشگوئی ملتی ہے وہاں آپؑ کی اولاد اور مصلح موعود کی پیشگوئی بھی ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ اسی طرح حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے جس نظم میں الہام کا دعویٰ کر کے حضرت مسیح و مہدی کے بارے میں پیشگوئی لکھی ہے اس نظم کا ایک شعر یوں ہے ؎

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار می بینم

یعنی جب مسیح و مہدی کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوگا۔

۳۔ سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی یہ بھی فرمائی ہے کہ یتزوج و

یُوْلَدُ لَہٗ یعنی وہ مسیح موعود شادی کریگا اور صاحب اولاد ہوگا۔ تزوج اور اولاد کا ذکر اس جگہ عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ شادی تو تقریباً ہر ایک کرتا ہے اور صاحب اولاد بھی ہو جاتا ہے لیکن اس جگہ خاص شادی اور خاص اولاد مراد ہے۔

ب۔ غیر مذاہب :-

اسی طرح انبیاء کی تمام کتب میں جہاں جہاں آدم آخر الزمان علیہ السلام کی مبارک آمد کا بطور پیشگوئی ذکر ہے وہاں آپؑ کے موعود فرزند کا بھی ذکر ہے۔ ذیل میں چند پیشگوئیاں اسی ضمن میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ زرتشتی مذہب کی کتاب دساتیر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بعد لکھا ہے کہ جب اس شریعتِ محمدی کو ایک ہزار برس گزر جائینگے تو پھر گمراہی پھیل جائے گی۔ اور جب ایسا ہوگا تو تیرے لوگوں میں سے (حضرت زرتشتؑ فارسی کی نسل سے) ایک شخص کھڑا کروں گا جو تیری عزت و آبرو کو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا اور پھر پیغمبری اور پیشوائی تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا۔

اس آخری فقرہ "اور پھر پیغمبری اور پیشوائی تیری نسل سے نہیں اُٹھاؤں گا" میں بھی پیشگوئی مصلح موعود ملتی ہے۔

۲۔ یہودی مذہب کی کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ دو مسیح آنے والے ہیں۔ پہلا مسیح اُولد ہے اور دوسرا مسیح اُولد ہے۔ پہلا مسیح چنداں کامیاب نہ ہوگا اور دوسرا مسیح بہت کامیاب ہوگا۔ پہلا مسیح شادی نہ کرے گا اور دوسرا مسیح شادی کرے گا اور صاحب اولاد ہوگا اور اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوگا۔

۳۔ عیسائی مذہب کی کتب میں لکھا ہے کہ مسیح کی روحانی بادشاہت اس کے بیٹے اور اس کے پوتے کو ملے گی۔

غرض حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد آپؑ کے فرزند جلیل المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین ہونے کا وعدہ خدا تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے پورا فرمادیا۔

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر

جب حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام کی مخالفت انتہاء کو پہنچی تو مخالفین نے آپؑ کو نیست و نابود کرنے کے بے شمار منصوبے بنائے بعض ناعاقبت اندیشوں نے تو یہاں تک حد کر دی کہ پیشگوئیاں کرنی شروع کر دیں کہ نعوذ باللہ آپؑ کا نام و نشان مٹ جائے گا اور تمام جماعت منتشر ہو جائے گی اور آپؑ ابتر ہونے کی حالت میں مریں گے لیکن وہ خدا

جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا تھا اُس نے آپ کو پہلے ہی خبر دے رکھی تھی کہ تُو ابراہیم ہے اور تیرے دشمن ہی ابتر ہونے کی حالت میں مریں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنّا کریں گے کہ یہ شخص منقطع النسل رہ کر نابود ہو جائے تا نادانوں کی نظر میں یہ بھی ایک نشان ہو لہٰذا اس نے براہین احمدیہ میں خبر دے دی کہ ینقطع اٰباءُک یعنی تیرے بزرگوں کی پہلی نسلیں منقطع ہو جائیں گی اور اُن کے ذکر کا نام و نشان نہ رہے گا اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالے گا اسی کی مانند جو ابراہیمؑ سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیمؑ رکھا۔" (تحفہ گولڑویہ)

اسی لئے فرمایا ؎

مَیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کی یہ وحی یوں بیان ہوتی ہے:۔

"لنُحیینّک حیوۃً طیّبۃً۔ ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک۔ وتریٰ نسلاً بعیداً۔ مظہر الحق والعلاء۔ کانّ اللّٰہ نزل من السماء۔ یعنی ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عنایت کریں گے۔ ۸۰ برس یا اس کے قریب قریب یعنی دو چار برس کم یا زیادہ اور تُو ایک دُور کی نسل دیکھے گا۔ بلندی اور غلبہ کا مظہر گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

اس کے علاوہ حضرت مسیح پاکؑ کا ایک اور الہام ہے وانّا نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفّینّک وانّی رافعک ویأتیک نصرتی۔ انّی انا اللّٰہ ذو السلطان۔ یعنی اور جو کچھ ہم ان کے لئے وعدہ کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ تیری زندگی میں تجھے دکھا دیں اور یا تجھ کو وفات دے دیں اور بعد میں وہ وعدے پورے کریں اور مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور میری مدد تجھے پہنچے گی۔ مَیں ہوں خدا جس کے نشان دلوں پر تسلط کرتے ہیں اور ان کو قبضہ میں لے آتے ہیں۔

اس وحی الٰہی کے مطابق ضروری تھا کہ آپ کی وفات کے بعد بعض وعدے اللہ تعالیٰ آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے پورے کرتا۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے ہوشیار پور میں چلّہ کاٹا اور اللہ تعالیٰ سے نشان مانگا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بشارت دی کہ ایک لڑکا تیرا ایسا ہو گا جو

خاص طور پر تیری برکات کا نور دوبارہ ظاہر کرے گا۔ فرمایا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعُلٰى كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اُترے گا (اور اس لڑکے کا وجود اتنا مبارک ہوگا کہ اس کی ذریت سے) ایک (اور) لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو کہ تیرا پوتا ہوگا۔

چنانچہ حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بذریعہ سبز اشتہار یہ پیشگوئی شائع جس میں اس موعود بیٹے کی پیدائش کے ساتھ ۵۲ امور کا ذکر کیا۔

اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ باون امور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت المصلح الموعودؓ کو خلافت کا عہد مبارک بھی ۵۲ سال ہی عطا فرمایا۔

المصلح الموعودؓ کی پیدائش اور شرائط بیعت

سبز اشتہار کی اشاعت کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ لڑکا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم خدیجہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے عطا فرمایا جس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت تھی کہ الہام "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا" کے مطابق سلسلہ بیعت شرائط بیعت کے ساتھ شروع ہوگیا۔ ورنہ سبز اشتہار کی اشاعت سے قبل آپؑ نے بیعت کا سلسلہ ابھی جاری نہیں فرمایا تھا۔ چنانچہ احمدیہ جماعت کی بنیاد حضرت المصلح الموعودؓ کی پیدائش کے ساتھ ہی رکھی گئی۔

المصلح الموعود مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہی تھے

پیشگوئی مصلح موعود کے ساتھ جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتائیں وہ ساری حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے وجودِ مبارک سے پوری ہوئیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر حضرت باری جلشانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔" (تبلیغِ رسالت)

بچپن سے ہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ سے نہایت پختہ اور پاک تعلق قائم ہوگیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول حافظ مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک آپ محض مسیح الزمان کے بیٹے ہی نہ تھے بلکہ ہونے والے

مصلح موعود تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے خود مصلح موعودؓ کو قرآن مجید پڑھایا اور بہت اعلیٰ رنگ میں تربیت کی۔ بچپن سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کو الہامات ہونے شروع ہو گئے اور مسیح موعودؑ کی وفات پر جب سب مخالف یہ سوچ رہے تھے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو یہ مرزا بشیر الدین محمودؓ ہی تھے جنہوں نے آپؑ کی میت کے پاس کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر ساری دُنیا بھی مُنہ موڑ لے تو یہ موعود بیٹا دل و جان کی بازی لگا کر بھی اس سلسلہ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ اس وقت آپؓ کی عمر صرف سترہ سال تھی۔

۲۵ سال کی عمر میں خلافتِ ثانیہ کی مسند پر بیٹھنا اور ایک گروہ کا آپ کو بچہ سمجھ کر آپ کا انکار کرنا اور یہ پیشگوئی کرنا کہ اب یہ سلسلہ ختم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا قوی ہاتھ آپؓ کے ساتھ ہونا اور جماعت کا مستحکم ہونا اور مسیح موعود کی پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق سلسلہ کا ترقی پانا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مصلح موعود آپ ہی تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو فرمایا کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ

اَنَا الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِيْلُهٗ وَخَلِيْفَتُهٗ۔

اور مصلح موعود ہونے کا دعویٰ آپؓ نے ۲۵ فروری ۱۹۴۴ء کو فرمایا۔ یہ الہام ربانی اُسی کے موافق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے مصلح موعود کے متعلق بتایا "وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"۔ ۵۲ سال کی طویل مدت میں احمدیت کے پاک شجر کی آبیاری جس رنگ میں آپؓ نے کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ علومِ ظاہری و باطنی سے وہ پُر کیا گیا۔ تفسیرِ قرآن کا بے مثال کام، کئی کتب کی تصنیف اور بے شمار و لولہ انگیز تقاریر و خطبات کا خزانہ، جماعت کو پانچ تنظیموں میں منقسم کرنا اور پھر بیرونی ممالک میں مشن اور مساجد اور قرآن مجید کے ترجمے، وقفِ جدید اور تحریکِ جدید، یہ سب کام اسی مصلح موعودؓ کے ہاتھ سے انجام پائے۔ دنیا کے کناروں تک اب اسلام سے مراد احمدیت ہی لی جاتی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے علاوہ حضرت المصلح الموعودؓ کی کوششوں اور دُعاؤں سے براعظم افریقہ کے دیو نے اپنی آنکھیں اسلام کے ماحول میں کھولنی شروع کر دیں۔

مصلح موعود کی وفات اور ہمارا فرض

یا آخر وہ المناک گھڑی بھی آ گئی۔ جب اس فانی دنیا سے وہ موعود اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور لاکھوں مغموم دل اور اشکبار آنکھیں اپنے پیچھے چھوڑ گیں۔

وہ جس کے قلب و روح و تن مبارک
مبارک آمدن۔ رفتن مبارک

آج وہ خدا کا پیارا مصلح موعودؓ ہم میں موجود نہیں لیکن اس کی روح ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اے احمدیو!

جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری
مبلغ انچارج جزائر فجی۔

چلا اپنے فضلوں کی بادِ بہاری

ادھر بھی ہو چشمِ کرم ذاتِ باری
نہیں ہے چھپی تجھ سے حالت ہماری

یہ غم کھا رہا ہے شب و روز ہم کو
ہیں اہلِ جہاں دین و ایماں سے عاری

بکھری جا رہی ہے مصائب میں ہر سُو
محمدؐ تیرے کی یہ اُمّت بیچاری

ہے تو ہی تو ہر آن اُس کا سہارا
ترے بن کرے کون حاجت براری

عیاں ہے یہ تجھ پر کہ سارے جہاں میں
ہمیں ہیں فقط تیرے سچّے پجاری

ترے نام لیوا ہیں ہم، اس لئے ہی
ہے دشمن ہوئی ساری دُنیا ہماری

مسلماں ہیں، اُمّت ہیں تیرے نبیؐ کی
ہے وقت آ پڑا پھر ذرا ہم پہ بھاری

مگر اب نہ ہاریں گے ہمّت کبھی ہم
ہے حُبِّ وطن بھی تو ایمانداری

یہ مانا سراسر گنہگار ہیں ہم
ہوئی ہے بڑی ہم سے غفلت شعاری

گدا ہیں مگر پھر بھی تیرے ہی دَر کے
ہے تیری ہی نصرت کی اُمّیدواری

قسم تیرے اسمائے حُسنیٰ کی ہم کو
نہیں تجھ سے بڑھ کر کوئی شے بھی پیاری

تجھے واسطہ تیری رحمت کا پیارے
تُو سُن لے ہماری یہ فریاد و زاری

تُو اس پاک مٹی کی پھر لاج رکھ لے
عطا کر ہمیں تقویٰ و دینداری

پھر اپنے محمدؐ کے گلشن پہ مولیٰ
چلا اپنے فضلوں کی بادِ بہاری

یہ دشمن ترے اور ترے دینِ حق کے
ہیں پھر آ چڑھے سرحدوں پہ ہماری

ہیں ظاہر میں فوجی مگر درحقیقت
شجاعت سے بے بہرہ ہمّت سے عاری

کریں اس طرف پھر نہ مُنہ بھول کر بھی،
الٰہی لگا اِن پہ وہ ضرب کاری!

جناب پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی
صدر شعبہ اردو تعلیم الاسلام کالج ربوہ

روشن چہرے

زندگی میں اتنے چہروں کو دیکھا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں اور اتنی شخصیتوں سے سامنا ہوا ہے کہ اُن کو یاد رکھنا آسان نہیں۔ ہاں کچھ ایسے بھی لوگ تھے جن کی شخصیت نے قلب و نظر پہ ایسے اثرات رقم کئے جو مٹائے نہیں مٹتے اور بُھلائے نہیں بُھولتے۔ ان شخصیات میں ادنیٰ، اعلیٰ، ادبی، غیر ادبی، مذہبی، غیر مذہبی ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ آج جو اُن کو یاد کرنے بیٹھا ہوں تو بہت سے چہرے میرے سامنے موجود ہیں۔ چھوٹے، بڑے، مسکراتے ہوئے، پژمردہ، سنجیدہ، شگفتہ، گویا چہروں کی کتاب سامنے کُھلی ہے!

مولانا عبدالمجید سالک کو دیکھا۔ گول عینک، روشن آنکھیں، تمتماتا ہوا چہرہ، ہونٹوں پہ دلآویز مسکراہٹ۔ برمیں شیروانی، ہاتھ میں چھڑی، سر پہ قراقلی ٹوپی۔ غرض پورا سراپا آنکھوں کے سامنے ہے۔ شخصیت میں بے پناہ کشش تھی۔ قریب ہو کر بیٹھنے اور باتیں سُننے کو جی چاہا۔ ۱۹۵۵ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سالانہ مباحثوں میں جج کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ مَیں سیکنڈ ائر کا طالب علم تھا۔ مباحثوں سے فارغ ہوئے تو مَیں نے اُن سے بزم اُردو میں تقریر کرنے کی درخواست کی۔ مسکرا کر دیکھا اور مان گئے۔ اگلے روز جلسہ ہوا۔ سالک صاحب نے تقریر شروع کی۔ رُک رُک کر باتیں کرتے تھے، کبھی کبھی ہاتھ سے اشارے بھی کرتے تھے۔ چھڑی اسٹیج پر بھی ہاتھ میں موجود تھی! اتنی دلآویز گفتگو اس سے پہلے کبھی سُننے میں نہ آئی تھی۔ مَیں نے سوال کیا کہ آپ کو اپنے افکار و حوادث میں سے کون سا فکاہیہ سب سے زیادہ پسند ہے۔ کہنے لگے وہ کانگرس کی اکھنڈ بھارت کی قرارداد والا۔ راوی کے کنارے ان لوگوں نے یہ قرارداد پاس کی۔ دوسرے دن مَیں نے لکھا کہ کل راوی کے کنارے جو قرارداد پاس ہوئی ہے وہ "دروغ برگردنِ راوی" ہے۔ اس کے علاوہ تو مجھے یاد نہیں ان سے کبھی گفتگو کا موقع ملا ہو یا ملاقات کا۔ لیکن اس ایک ملاقات کا جو اثر ہوا اس نے سالک صاحب کی "سرگزشت" اور "یارانِ کہن" پڑھنے کی تحریک کی۔ سبحان اللہ! کیا لوگ تھے۔ کیا وضع داری تھی۔ بات سے بات پیدا کرنے میں جو

کمال سالک صاحب کو حاصل تھا وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوا۔ باپ کی اس بے پناہ کشش نے عبدالسلام خورشید سے ملنے پر مجبور کیا۔ خورشید صاحب بیٹے ما شاء اللہ تو با لکل باپ کی پاتی ہے لیکن زبان انہیں باپ کی نہیں ملی۔ اس شگفتگی، طنطنہ اور سلیقہ کا پرتو بیٹے میں نہ ملا۔ لیکن ضروری تو نہیں کہ جائیداد کی طرح یہ چیزیں بھی ورثہ میں تقسیم ہوا کریں۔ ہاں! چھوٹے بھائی یعنی عبدالجلیل عشرت صاحب میں کچھ وضع داری سالک صاحب کی نظر آئی مگر دوسری باتیں یہاں بھی ناپید تھیں۔ بخدا، اتنی چمکیلی آنکھیں مجھے سالک صاحب کے بعد کہیں نظر نہیں آئیں۔

مال روڈ پر، سر پر سولا ہیٹ رکھے، سوٹ پہنے، موٹی ناٹ کی ٹائی باندھے اور چھڑی سنبھالے ایک صاحب ملے۔ موٹی موٹی آنکھیں، گھنیر مونچھیں، ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ ٹکٹکی باندھ کے انہیں دیکھا معلوم ہوا مولانا صلاح الدین احمد ہیں۔ میں دیر تک اور دور تک انہیں مڑ مڑ کر دیکھتا رہا۔ سال بھر کے بعد مولانا کو کالج میں آنے دعوت دی۔ جواب آیا کہ میں مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل وزیر آغا کے وزیر کوٹ میں پہنچ جاؤں گا اور اگلے روز آغا صاحب کی معیت میں ربوہ آؤں گا۔ سوچا، خدایا یہ وزیر کوٹ کہاں ہے اور وزیر آغا کون صاحب ہیں۔ اتا پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ ربوہ سے کوئی تیرہ میل کے فاصلے پر لالیاں کے آس پاس یہ گاؤں ہے اور یہ کہ وزیر آغا وہاں کے زمیندار ہیں۔ مولانا سے ملاقات کا شوق اس قدر تھا کہ مقررہ وقت کا انتظار کئے بغیر میں وزیر کوٹ جانے کے لئے لالیاں پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ سرگودھا روڈ پر تین میل آگے جا کر دائیں ہاتھ نہر کے کنارے کنارے چل دو پھر کوئی تین میل کے بعد وزیر کوٹ آ جائے گا۔ سو میں چل دیا۔ مجھے یاد ہے گرمیوں کے دن تھے اور دھوپ میں خاصی تیزی آ گئی تھی۔ پکی سڑک تک تو دھوپ نے خوب ستایا لیکن نہر کے کنارے کنارے لگے ہوئے گھنے سایہ دار درختوں نے خوب پناہ دی ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار شجر سایہ دار راہ میں ہے!

سو، سفر جاری رکھا۔ کوئی ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سامنے سے ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے اس میں مولانا ہی ہوں کیونکہ میٹنگ کا وقت ہونے کو ہے۔ کنارے کھڑا ہو گیا اور کار قریب آئی تو فی الواقع مولانا اس میں موجود تھے۔ ہاتھ دے کر کار کو روک لیا اور اپنے اشتیاق اور اس پا پیادہ سفر کی کہانی کہہ سنائی۔ مولانا نے بڑی شفقت سے ساتھ بٹھا لیا۔ مولانا کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ ایک صاحب فیلٹ پہنے بیٹھے تھے۔ تعارف ہوا کہ یہ وزیر آغا ہیں اور بڑے زمیندار ہونے کے باوجود بڑے ذی علم آدمی ہیں۔ آغا صاحب نے ہاتھ ملایا تو خلوص کی حدت نے متاثر کیا۔ دوسرے صاحب کے بارہ میں معلوم ہوا کہ پروفیسر حمید احمد خان ہیں اور اسلامیہ کالج کے شعبہ انگریزی کے صدر ہیں۔ خان صاحب نے بڑی

شفقت سے ہاتھ ملایا اور دیر تک میرا ہاتھ تھامے رکھا۔ خیر! کالج میں آئے۔ مولینا نے مقالہ پڑھا، اغلباً محمد حسین آزاد کے بارہ میں تھا۔ آزاد فرخ نہاد کا بیان ہو اور مولینا کی زبان۔ وہ سماں اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مولینا مقالہ ختم کر کے اپنی کرسی پر بیٹھ چکے تب سامعین چونکے اور معلوم ہوا کہ مقالہ ختم ہو چکا ہے۔ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب (جماعت احمدیہ کے موجودہ امام) اُس وقت پرنسپل تھے ہمہ وقت ٹکٹکی لگا کر مولینا کو دیکھتے رہے لیکن زبان سے کچھ نہ کہا۔ کئی برس کے بعد جب کانووکیشن کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ مولینا صلاح الدین احمد کو کانووکیشن ایڈریس دینے کے لئے بلایا جائے۔ اللہ! اللہ! جوہر شناسی!! چنانچہ تعلیم الاسلام کالج کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ وہ اس نابغۂ روزگار کو کانووکیشن ایڈریس کے لئے زحمت دے ع

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار!

مولینا سے زندگی میں کئی بار ملنا ہوا۔ وہی خلوص، وہی مسکراہٹ، وہی میٹھی میٹھی باتیں۔ وہ لمبی سی ہُوں، اور وہ گھنی مونچھوں کے سائے میں مسکراتے ہوئے رسیلے ہونٹ۔ کس کس بات کا تذکرہ کروں۔ اتنا پُرخلوص آدمی شاید ہی اس دنیا میں کوئی اور ہو۔ جب میں ایم اے میں داخل ہونے کے لئے لاہور گیا تو پہلا کام یہ کیا اکادمی پنجاب کے دفتر میں پہنچا۔ مولینا صرف بنیان اور جانگیہ پہنے بڑی سی میز کے سامنے بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ پلک اُٹھائی اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ بڑے میٹھے انداز سے فرمایا تشریف لائیے۔ اور اپنا کام چھوڑ چھاڑ کر میری طرف ملتفت ہوئے اور دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ کئی بار ان کے دفتر میں جانے کا اتفاق ہوا اور ہر بار انہیں کام میں منہمک پایا۔ خدایا! یہ شخص اتنی محنت کیوں کرتا ہے؟ اکادمی کی چھاپی ہوئی کتابوں کے انبار کمرے میں لگے ہوئے تھے۔ خدا معلوم یہ بکتی بھی ہیں یا نہیں لیکن مولینا تجارت سے بالکل بے نیاز تھے ؎

زیاں ہے عشق میں یہ ہم بھی جانتے ہیں مگر
معاملہ ہی کیا ہو اگر زیاں کے لئے

مولینا کی حق گوئی کا مظاہرہ بھی دیکھا۔ سکندر مرزا کے سامنے یہ شعر پڑھ دیا ؎

اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے!

ایوب خان کے سامنے آئینِ ایوبی کے خلاف جی کھول کر باتیں کیں۔ ذرا نہ جھجکے، نہ خوف زدہ ہوئے۔ میں نے اپنی نادانی میں مولینا سے کہا کہ مصلحت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اتنی تلخ ترش باتیں صدرِ مملکت کے سامنے یوں برملا نہ کہتے۔ چہرہ سرخ ہو گیا فرمایا "بھائی! میں نہیں کہوں گا تو کون کہے گا!" اور واقعی وہ نہ کہتے تو کون کہتا؟ دو ہی تو آدمی یہ بات کہہ سکتے تھے۔ حمید نظامی یا مولینا۔ لیکن حمید نظامی تو اللہ کو پیارے ہو چکے تھے سو مولینا نے اپنا فرض پورا کیا اور عواقب و نتائج کی کبھی پروا نہ کی ——— پچھلے برس سرگودھا میں "یوم

صلاح الدین احمد" کی تقریب کا بلاوا آیا۔ وہاں ایک شخص کو کہ مولینا کی شکل و صورت کا تھا دیکھ کر ٹھٹکا۔ معلوم ہوا! مولینا کے بڑے صاحبزادے وجیہ الدین احمد ہیں۔ ملاقات ہوئی تو وہی مولینا کی گفتگو کا سا انداز نظر آیا۔ وہ ٹھہراؤ، وہی سکون و وقار، وہی اعتماد۔ وجیہ الدین پر بے پناہ پیار آیا۔ باپ کی وجاہت شخصیت، تمکین اور گفتگو تو انہیں نصیب ہوئی خدا جانے اُردو کی محبت بھی انہیں ورثہ میں ملی ہے یا نہیں!

وزیر آغا سے ایک بار ملنے کے بعد دوسری بار ملنے کی خواہش اس لئے پیدا ہوئی کہ اس زمانہ میں بھی یہ شخص زمینداروں کے روایتی مشاغل کے برعکس علم و ادب کا دلدادہ ہے اور اتنا خوش قسمت ہے کہ مولینا جیسی شخصیتیں اس کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرنا پسند کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک دن چپکے سے وزیر کوٹ پہنچ گیا۔ آغا صاحب ایک طویل و عریض ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر ٹانگیں سکیڑ کر لیٹے کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ میرے آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور پھر ادبی گفتگو شروع ہوگئی۔ ڈرائنگ روم کی دیواروں کے ساتھ ساتھ کتابوں سے بھری ہوئی الماریاں رکھی تھیں۔ میں کبھی ان کو دیکھتا اور کبھی اس شخص کو۔ پہلی گفتگو پر ہی اندازہ ہوا کہ دریں گرد سوارے باشد! یہ تو یاد نہیں کہ وزیر آغا سے اس وقت کس خاص موضوع پر گفتگو ہوئی لیکن اتنا یاد پڑتا ہے کہ طنز و مزاح کے سلسلہ میں یہ اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا کام مکمل کر چکے تھے اس باب میں کچھ باتیں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر وزیر آغا سے گاڑھی چھننے لگی کئی بار میری دعوت پر آغا صاحب ربوہ آ گئے اور بزم اُردو میں مقالے پڑھے۔ آغا صاحب کی شخصیت میں کبھی منافقت کا احساس مجھے نہیں ہوا۔ اندر باہر سے ایک ہی خلوص و محبت میں مثال! اختلاف ہو تو منہ پر کہہ دینے والے لیکن اس انداز سے بات تیر بن کر سینے پر نہ لگے پھول بن کر لگے! مرنجاں مرنج، شگفتہ مزاج، شگفتہ طبع، حلیم، جوہر شناس اور دوستوں کے دوست!!

حمید احمد خان صاحب سے پہلی ملاقات تو بہت سرسری سی تھی۔ بعد میں وہ اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل ہو گئے تو مجھے ایک بار لاہور جانا ہوا میں پرنسپل اسلامیہ کالج کے دفتر میں پہنچ گیا چٹ اندر بھجوائی تو فوراً بلا لیا۔ اُٹھ کر بڑے تپاک سے ملے۔ ایک طالب علم کو خان صاحب کا یوں ملنا بڑا بھلا معلوم ہوا۔ بعد میں متعدد حلقوں کی جانب سے خان صاحب پر یہ الزام دھرا گیا کہ وہ طلباء سے نہیں ملتے۔ مجھے کبھی باور نہیں آیا کہ وہ بھولا بھالا مگر سنجیدہ مزاج شخص طلباء سے نہیں ملتا۔ خان صاحب کے پُرخلوص لہجے نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور بیسیوں بار ملنا ہوا ہے اس خلوص میں کوئی کمی نہیں دیکھی۔ بلکہ ایک بار تو میں نے حد کر دی۔ میری ایک عزیزہ کا بی۔ اے کا نتیجہ Later - on تھا، داخلہ کا وقت گزر رہا تھا۔ میں خدا معلوم کس زعم میں سیدھا

خان صاحب کے پاس جا پہنچا۔ وہ نئے نئے وائس چانسلر ہوئے تھے۔ مَیں نے یہ بچگانہ سا مطالبہ کیا کہ یہ نتیجہ آج ہی نکلوا دیں کیونکہ داخلہ کا وقت گزر رہا ہے۔ خان صاحب نے اس خلوص کے ساتھ میری خواہش کو پورا کرنے کا نہ صرف وعدہ کیا بلکہ کنٹرولر کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ کیس آج ہی فیصل ہو جانا چاہیئے چنانچہ ہو گیا۔ جب دفتر سے باہر نکلا تو کچھ ندامت سی ہوئی کہ اتنے چھوٹے سے کام کے لئے مَیں نے خان صاحب کا کتنا خرچ کیا ہے؟ خان صاحب کے چہرے پر اس وقت بھی کوئی ناگواری مَیں نے نہیں دیکھی —— بعد ازاں خود میرے ساتھ ایک حادثہ ہوا۔ میرا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ایک ایسے صاحب کے پاس بھیجا گیا جو نئے نئے صوفیاء کے زمرہ میں داخل ہوئے تھے اور تصوف کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ مقالہ کے آغاز میں ایک فقرہ تھا کہ "خدا، جنّت، فرشتے، انسان، یہ سب زندگی کا حصّہ ہیں۔" فاضل ممتحن کی رگِ تصوف پھڑک اُٹھی اور انہوں نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ "یہ فقرہ صریح کفر ہے اور جب تک یہ فقرہ خارج نہ کیا جائے ڈگری نہ دی جائے۔" بہت پریشانی ہوئی۔ مَیں ٹیلیفون اُٹھایا اور خان صاحب سے عرض کی کہ یہ کون سا ایسا کفر ہے جس کی وجہ سے میری ڈگری روکی جا رہی ہے۔ خان صاحب نے ساری رپورٹ منگوائی لیکن اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اگر یونیورسٹی ڈگری جاری کر دے گی تو یہ صاحب طوفان کھڑا کر دیں گے کہ "ایسی ایسی کفر کی باتیں" یونیورسٹی کے مقالوں میں لکھی جاتی ہیں اور یونیورسٹی ان کو مستند قرار دے دیتی ہے اس لئے یہ فقرہ نکال ہی دیا جائے۔ فقرہ نکالنا تو مشکل نہیں تھا مشکل یہ تھی کہ ایک فقرہ نکالنے کے بعد دوبارہ اتنی ہی فیس جمع کروانا ضروری تھی جتنی فیس پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ کے لئے مقرر شدہ ہے اور پھر مقالہ ممتحن موصوف کے پاس دوبارہ ملاحظہ کیلئے بھی بھیجا جانا ضروری تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں میرے وقت کا ضیاع بھی تھا اور پیسے کا بھی!! خان صاحب نے اس کا بھی مناسب حل تلاش کر لیا اور اس طرح مَیں اس بے جا خرچ سے بچ گیا۔ یہ خان صاحب کی بندہ پروری تھی اور محض بزرگانہ شفقت، ورنہ ہمارے درمیان اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ اور تعلق نہیں تھا جو ایک قابل استاد اور ایک متجسس طالب علم کے درمیان ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کی بدقسمتی ہے کہ وہ اس فاضل استاد کی رہنمائی سے محروم کر دی گئی۔ ہمارے ملک کی تعلیمی زندگی میں اس سے زیادہ المناک حادثہ اور کوئی نہیں ہوا۔

حمید احمد خان کو مَیں نے ایک شفیق استاد، مخلص دوست، حوصلہ مند بزرگ اور متبحّر عالم کی حیثیت میں دیکھا اور انہیں منفرد پایا اور اب بھی جب کبھی اُن کا نام بھی سامنے آتا ہے ایک غیر محسوس سی خوشی ہوتی ہے کہ مجھے بھی اس شخص کے ساتھ ایک نسبتِ روحانی ہے۔

مولانا صلاح الدین کی وساطت سے ایک اُور بزرگ سے بھی ملنا ہُوا وہ، ہیں آغا محمد باقر، نبیرۂ آزاد۔ آغا صاحب کے ساتھ مولانا کی دوستی عجیب تھی۔ دونوں کی وضع قطع بالکل مختلف تھی لیکن طبائع میں اتنی ہم آہنگی تھی کہ ایسی ہم آہنگی میں نے اور کہیں نہیں پائی۔ آغا صاحب سے اکثر ملاقات ہوتی تو کسی نہ کسی بہانہ مولانا کا ذکر آجاتا۔ اور مولانا کی دوستی میں ایک بے نام سی عقیدت بھی تھی جس کا اظہار وہ ہمیشہ آغا صاحب سے ملتے وقت کرتے تھے۔ اس کی وجہ غالباً مولانا کا آزاد سے روحانی تعلق تھا۔ مولانا نے جب بھی آزاد کا ذکر کیا بڑی عقیدت سے کیا اور جب بھی آغا محمد باقر کا نام آیا مولانا نے ہمیشہ یہ نام ٹھہر ٹھہر کر لیا گویا ایک ایک حرف سے عقیدت کا اظہار کر رہے ہوں۔ مولانا کی وفات کے بعد میں نے جس شخص کو سب سے زیادہ ملول دیکھا وہ آغا محمد باقر تھے۔ آغا صاحب مولانا کے بغیر نامکمل محسوس ہوتے ہیں اور خود ان کی شخصیت پر ایک خاموشی سی طاری ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے آغا صاحب کو مولانا کی وفات کے بعد کبھی مسکراتے دیکھا ہو۔ کالج کی دوسری اُردو کانفرنس پر آغا باقر صاحب کو مولانا کی شخصیت پر مضمون پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ آغا صاحب نے وہ سارا مضمون رندھی ہوئی آواز میں پڑھا اور جب مضمون ختم کر کے بیٹھے تو یوں نڈھال ہو کر کرسی پر گرے جیسے دیوار گرتی ہے۔

مولانا کے ساتھ ایک بار شیخ عبدالشکور صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ ان بزرگ سے بعد میں ملنا نصیب نہیں ہوا لیکن شیخ صاحب کی حکیمانہ گفتگو اور مولانا کے ساتھ عقیدت مندانہ وابستگی کا تصور اب بھی آنکھوں میں موجود ہے۔

مجھے پُرانی کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے۔ اس شوق میں ایک روز ایک کباڑیئے کے ہاں کتابوں کا انبار کھنگال رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا کتابچہ ملا۔ مرزا حیرت دہلوی کی سوانح حیات تھی جو عبدالقادر صاحب نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ عبدالقادر صاحب نے شیخ سر عبدالقادر کی خدمت میں پیش کیا تھا چنانچہ سرورق پر "ہدیہ بخدمت سر عبدالقادر" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ میں نے یہ نسخہ لے لیا اور دیر تک اس بات کا افسوس کرتا رہا کہ سر عبدالقادر کی اولاد نے باپ کے علمی سرمائے کو ضائع کر دیا اور ان کی خاص ذاتی لائبریری کی کتابیں اب کباڑ خانوں میں بکتی ہیں۔ اس تاسف کا عملی اظہار یوں کیا کہ جناب منظور قادر (جو اس زمانہ میں وزارت خارجہ سے رخصت ہونے کے بعد مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے) کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ ان سے ملاقات ہوئی خیال تھا کہ چھوٹتے ہی یہ شکوہ کروں گا لیکن منظور قادر صاحب کی گفتگو میں ایسا قرینہ اور سلیقہ نظر آیا اور ان کی باتوں میں ایسی جاذبیت دکھائی دی کہ شکوہ کرنے کی نوبت ہی نہیں

آئی۔ منظور قادر صاحب نے ربوہ آنے کا وعدہ فرمایا اور پھر رمضان کے مہینہ میں روزہ داری کے باوجود تشریف لائے۔ طلباء سے خطاب کیا۔ ان کا رُک رُک کر باتیں کرنے کا انداز بہت بھلا معلوم ہوا۔ بعد میں مَیں نے منظور قادر صاحب سے اس کتاب کا ذکر کیا تو وہ بھی بہت متاسف ہوئے اور وہ نسخہ طلب فرمایا جو مَیں نے پیش کرنے سے انکار کر دیا اور اب بھی سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

منظور قادر صاحب کی شخصیت میں مجھے دو باتیں نمایاں طور سے نظر آئیں۔ ایک تو ان کی متجسس نگاہیں اور دوسرے ان کی بے نیازی ــــ باتیں بے نیازی سے کرتے ہیں۔ عجیب سی بے نیازی سے۔

میرا خیال ہے منظور قادر صاحب نے جو مغربی پاکستان کی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ سے استعفٰی دیا وہ بھی اسی وجہ سے دیا ہو گا کہ عدالت کا منصب ان کی بے نیازی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ منظور قادر صاحب میں رکھ رکھاؤ اور لئے دیئے رہنے کا انداز بھی نظر آیا۔ غایت درجہ کی بے تکلفی میں بھی کچھ تھوڑے سے تکلف کا شائبہ موجود رہتا تھا۔

میرے ساتھ منظور قادر صاحب کی گفتگو مذہب کی ضرورت پر ہوئی اور انہوں نے کچھ اس انداز سے اس مسئلہ کو اٹھایا کہ کچھ دیر تک تو مَیں سناٹے میں رہا کہ الٰہی! یہ شخص مذہب کی ماہیت اور ہیئت کے بارہ میں اتنا متشکک کیوں ہے؟ لیکن غور کیا تو ان کی باتیں درست معلوم ہوئیں۔ کیونکہ انہوں نے جن لوگوں کو مذہب کی نمائندگی کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ سب کے سب احساسِ کمتری کا شکار تھے اور وہ

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمّت روایات میں کھو گئی

کی تصویر تھے ــــ مَیں نے اپنی سی کوشش انہیں قائل کرنے کی بہت لیکن یہ شاہین زیرِ دام نہ آیا۔ سُنا ہے بعد میں "نصرت" میں ان کا انٹرویو چھپا تو خاصے فتوے ان پر برسائے گئے اور انہیں زندیق اور ملحد اور خدا معلوم کیا کیا کہا گیا ــــ لیکن ایسا تو ہوتا ہی آیا ہے۔ ذہن کو تشکیک کی گنجلک سے نکالنے کے لئے تشکک کا اظہار ضروری ہے۔ منظور قادر میں اور عام لوگوں میں یہی فرق ہے کہ وہ اظہار کر دیتا ہے اور ہم اظہار کرنے سے جھجکتے ہیں۔ اب تو مدتیں گزریں ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ خدا معلوم وہ بندۂ بے نیاز، کس اندازِ بے نیازی میں ہے اور کہاں ہے!

استاذی المکرم پروفیسر سید وقار عظیم سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ متواضع، حلیم، خلیق، منکسر المزاج، کم گو، متین، متبحر عالم اور سمندر کی طرح پُرسکون۔ تحریر دیکھی تو سلیس اور گفتگو سُنی تو شستہ، اعلیٰ پائے کے استاد، طالبعلم کے دل میں آرزو تھا کوئی ان سے سیکھے!

پہلی ملاقات اورینٹل کالج میں ہوئی۔ میں بزمِ اُردو تعلیم الاسلام کالج کی طرف سے ربوہ

آنے کی درخواست لیکر گیا تھا، سٹاف روم میں آرام کرسی پر تشریف فرما تھے۔ بر میں شیروانی اور کھڑا پاجامہ، پاؤں میں سلیم شاہی۔ بال پیچھے کی طرف کنگھی کئے ہوئے۔ اُٹھ کر ملے۔ مصافحہ میں شدت نہیں حدت تھی اور ہاتھوں اور باتوں میں ملائمت۔ حرف مدعا زبان پر آیا تو بڑے پیار سے مان گئے۔ "کہانی کے فن" پر تقریر کی۔ تقریر میں بھی وہی مٹھاس جو اُن کی زبان کا خاصہ ہے۔ جب ایم اے میں داخل ہونے کے لئے آیا تو بھی سب سے پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ہر ممکن اعانت کی۔ داخلہ دلوایا۔ ہاسٹل کے وارڈن تھے' ہاسٹل میں جگہ دلوائی اور اخراجات کے باب میں تسلی دی۔ وقار صاحب نے کالج اور ہاسٹل میں میرے اخراجات کی ادائیگی کی ضمانت دی' چنانچہ داخل ہوتے وقت مجھے صرف دس روپے دینا پڑے باقی رقم میں نے آہستہ آہستہ قسط وار ٹیوشن کی آمد سے ادا کی۔ خدا شاہد ہے کہ ان کا وجود باجود اورنٹیل کالج میں موجود نہ ہوتا تو میرے لئے بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا مشکل ہو جاتا۔ شام کو دو گھنٹے ٹیوشن پڑھاتا تھا جس سے اتنی آمد ہو جاتی تھی جو میرے اخراجات کی کفیل ہو سکتی تھی۔ الحمد للہ یہ وقت خوش اسلوبی سے گزر گیا۔ اب جب کبھی اس وقت کو یاد کرتا ہوں تو وقار صاحب کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔

وقار صاحب کو استاد کی حیثیت میں دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ پڑھانے کا انداز نرالا ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر لیکچر دیتے ہیں اور دھیمے لہجے میں بات کرتے ہیں۔ فقروں کو پورا کرتے ہوئے بعض اوقات صرف ہاتھ کے اشارے سے کام لیتے ہیں۔ پیریڈ شروع ہونے کے ہمیشہ دس پندرہ منٹ بعد تشریف لاتے تھے اور عین وقت پر لیکچر ختم، لیکچر کے دوران کبھی گھڑی نہیں دیکھتے تھے لیکن وقت کا اندازہ اتنا صحیح تھا کہ ادھر وقار صاحب لیکچر ختم کرتے تھے ادھر پیریڈ کے ختم ہونے کا اعلان ہوتا تھا۔

افسانوی ادب پڑھاتے تھے لیکن اتنے غیر افسانوی اور دو ٹوک انداز میں کہ بس لطف آجاتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اگر وقار صاحب سے افسانوی ادب نہ پڑھا ہوتا تو ناول پر ریسرچ کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

میری خوش نصیبی کہ وقار صاحب پی ایچ ڈی کے مقالے کی تیاری کے لئے بھی میرے نگران مقرر ہوئے۔ اتنا اچھا نگران کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے رہنمائی کی کہ رہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ جب میں نے مقالہ کا مسودہ پیش کیا تو ایک ایک نقطہ کو غور سے دیکھا۔ لکھنے میں اگر کہیں کوئی نقطہ بھی رہ گیا تھا تو وہ نقطہ اپنے دست مبارک سے ڈالا۔ وہ مسودہ اب بھی میرے پاس محفوظ ہے اور حرز جاں کی طرح ہے۔ اپنی بے پناہ دیگر مصروفیات کے باوجود اتنی جانکاہی سے مسودہ دیکھنا وقار صاحب

ہی کا کام تھا۔ تحقیقی کام کے دوران وقار صاحب نے کبھی نہ ٹوکا۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تو بعد از ملاقات خط میں اس کی نشاندہی کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کام میں نے بڑی دلجمعی سے کیا۔

میں نے نذیر احمد سے مرزا رسوا تک اردو ناول کے ارتقاء پر مقالہ لکھا تھا۔ ظاہر ہے پرانے ناولوں کی فراہمی میرا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ میرا پرانا پرانی کتابیں جمع کرنے کا شوق کام آیا۔ پرانے ناول کباڑ خانوں، عوامی لائبریریوں، ذاتی لائبریریوں سے حاصل کئے۔ ایک ناول کسی صورت دستیاب نہ ہوتا تھا۔ اس کے بارہ میں تنقید حوالہ کے طور پر ایک رسالہ سے میں نے اخذ کر کے درج کی۔ وقار صاحب نے وہ حصہ کاٹ دیا اور نوٹ دیا کہ "جب تک آپ خود وہ ناول نہ پڑھ لیں آپ اپنی رائے کیسے قائم کر سکتے ہیں؟" چنانچہ دوبارہ تگ و دو شروع کی۔ معلوم ہوا کہ کراچی میں ایک صاحب کے پاس موجود ہے۔ بھاگم بھاگ کراچی پہنچا لیکن ناکامی ہوئی۔ وقار صاحب سے عرض کیا کراچی تک ہو آیا ہوں ناول نہیں ملا۔ جواب ملا۔ مزید کوشش کرو۔ چنانچہ یہ مزید کوشش بار آور ہوئی اور آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ناول ایک کباڑ خانے سے مل گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے دنیا بھر کا خزانہ مل گیا ہے۔ بھاگم بھاگ وقار صاحب کے پاس پہنچا اور بتایا کہ ناول مل گیا ہے۔ مسکرائے اور اپنی ذاتی لائبریری سے وہ ناول نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ ناول خود دے دیتا تو تمہیں وہ خوشی کبھی حاصل نہ ہوتی جو تم نے اس تگ و دو کے نتیجہ میں ناول حاصل کر کے حاصل کی ہے۔ ریسرچ اس بات کا نام نہیں کہ دوسروں کی تنقید پر اپنی تنقید کی بنیاد رکھو۔ اب اسے بغور پڑھو اور پھر اس کا تجزیہ کرو۔ ناول پڑھا تو محسوس ہوا کہ جن صاحب کی ریسرچ کا حوالہ میں دے رہا تھا ان صاحب نے وہ ناول پڑھنا تو کجا غالباً دیکھا تک بھی نہیں تھا۔

اس مقالہ کے سلسلہ میں مجھے انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم سے بعض کتب کی مائیکروفلم بھی منگوانا پڑی کیونکہ ان کتب کا یہاں ملنا ناممکنات میں سے تھا۔ وقار صاحب نے میری بات کی تصدیق یا تردید کرنے سے پہلے ان مائیکروفلموں کو بھی دیکھا اور پڑھا۔ ایسے نگران خال خال ہوتے ہیں ورنہ کون اتنی زحمت گوارا کرتا ہے۔

وقار صاحب کے ساتھ ہماری یونیورسٹی نے انصاف نہ کیا کچھ عرصہ صدر شعبۂ اردو رہے لیکن بعد میں استاذی ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب صدر ہو گئے۔ وقار صاحب دوبارہ ریڈر کی حیثیت میں آ گئے۔ بعد میں جب غالب پروفیسر کی اسامی وضع ہوئی تو وقار صاحب کو غالب پروفیسر بنایا گیا لیکن اہل ادب دوستوں نے محسوس کیا کہ اگر ملازمت کے باقیماندہ دو سالوں میں وقار صاحب کو صدر شعبہ بنا دیا جاتا تو اس میں شعبہ کی عزت افزائی ہوتی لیکن بہر طور یہ "رموز مملکت خویش خسرواں دانند" اہل علم کے ساتھ ایسا ہوتا ہی آیا ہے، یونیورسٹی نے کون سی نئی بات کی تھی!! اور اب سنا ہے ادارہ تالیف و ترجمہ سے بھی

جناب محمد انوار الحق صاحب
گنج مغلپورہ لاہور

خلافتِ ثالثہ کی ایک بابرکت تحریک

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مارچ ۱۹۶۶ء میں اس بابرکت تحریک کو جماعت کے سامنے رکھا اور تاکید فرمائی کہ جماعت کا کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو اس تحریک پر عمل نہ کرے۔ چنانچہ حضور نے اس تحریک کو جاری کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے والی بن جائے اس طرح کہ ہمارے بڑے مرد ہوں یا عورتیں کم از کم دو سو بار تسبیح و تحمید اور درود پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مُحَمَّدٍ۔ اور ہمارے نوجوان بچے پندرہ سال سے پچیس سال کی عمر کے ایک سو بار یہ تسبیح اور درود پڑھیں اور ہمارے بچے سات سال سے پندرہ سال تک ۳۳ دفعہ یہ تسبیح اور تحمید پڑھیں اور ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا بھی نہیں جانتے ان کے والدین یا ان کے سرپرست (اگر والدین نہ ہوں) ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے، لفظ اُٹھانے لگ گئی ہے، سات سال کی عمر تک، ان سے تین دفعہ کم از کم یہ تسبیح اور درود کہلوایا جائے۔ اس طرح بڑے (۲۵ سال سے زائد عمر کے) دو سو دفعہ جوان کم از کم ایک سو بار اور بچے ۳۳ بار اور بالکل چھوٹے بچے تین بار تسبیح اور تحمید کریں۔ پس جماعت کو چاہیئے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور کم از کم مذکورہ تعداد میں

(زیادہ سے زیادہ جس کو جتنی بھی
توفیق ملے) اس ذکر و درود کو پڑھے
اور اس احساس کے ساتھ پڑھے کہ
بڑی ذمہ داری ہے ہم پر تسبیح و تحمید
اور درود پڑھنے کی۔ انسان اِس
وقت بڑے نازک دور میں سے
گزر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم دنیا کے لئے رحمت کر کے
بھیجے گئے تھے اور آپ کی رحمتوں
اور برکتوں کو کھینچنے کے لئے
اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا
لازمی ہے۔

یاد رکھیں کہ جس وقت ہم نے
دنیا کی فضاؤں کو خدا کے ذکر اور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نام سے پُر کر دیا اس وقت شیطانی
آواز خود بخود ان فضاؤں میں دب
جائیگی اور اسلام غالب آجائیگا۔"

پس اے احمدیت کے نوجوانو! اپنی ذمہ داریوں
کو سمجھو اور حضور کی اس بابرکت تحریک پر عمل کرتے
ہوئے حضور کی ہر آواز پر لبیک کہو تا اللہ تعالیٰ
ہماری کمزوریوں اور گناہوں کو اپنی رحمت کی چادر
میں ڈھانپ لے اور اسلام کو ہماری زندگی میں
ہی غالب کر دے۔ اس سلسلہ میں ہم پر جو ذمہ داری
عائد ہو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اسے پورا کرنے
کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔
"ہماری زبانوں سے اس کثرت
سے تحمید اور درود شریف نکلنا چاہیئے
کہ شیطان کی ہر آواز ان کی نعروں
کے نیچے دب جائے۔"
(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۷۶ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی
جماعت کو تسبیح و تحمید اور دُعائیں کرنے کی طرف توجہ
دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
"پس دعائیں کرو اور اپنے
نفس پر غرور مت کرو۔ اللہ تعالیٰ
پر توکل کرو اور سمجھ لو کہ تمہیں جو کچھ
برکت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی
مدد سے ہی حاصل ہے۔"
پھر فرماتے ہیں:۔
"جماعت کو چاہیئے کہ ذکر الٰہی
میں بھی اپنے اوقات خرچ کرے۔
اس کا قلب خدا کا جلوہ گاہ بن جائے
اور اس کے انوار کا اس پر نزول
شروع ہو جائے۔ جب انسان
ذکر الٰہی سے اپنے ذکر کی کیفیت
کو بدل ڈالے تو اس کا وہ مقصد
پورا ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے

دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ پس میں
پھر جماعت کو کہتا ہوں کہ وہ
نماز کے علاوہ ذکرِ الٰہی بھی کرے۔"

۵۔ شیطاں کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پر میرا مصطفٰے ہو

پس اے خدام بھائیو! ہمارا پیارا وطن پاکستان جن حالات میں سے گزر رہا ہے وہ ہم سب کو معلوم ہیں۔ ان دنوں میں کثرت سے دعائیں کرتے رہو۔ نمازوں میں پاکستان کی سلامتی اور حفاظت کے لئے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر قسم کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔ اور دشمن کے ناپاک ارادے ہمیشہ پاکستان سے دُور رکھے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ

(بقیہ صفحہ ۲۳)

اگر تمہیں واقعی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے اور آپؐ کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہو اور میری ذات بھی آپؐ کی ایک پیشگوئی کا نتیجہ تھی تو تم اسلام سے پیار کرو۔ آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے، تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ اور خلیفہ ثالث ایدہ اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ کے مطابق آپ کا عہدِ خلافت بھی مصلح موعودؓ کا ہی عہدِ خلافت ہے خلافت کی اس قلیل مدت میں فضلِ عمر فاونڈیشن، وقفِ عارضی کی تحریک، غیر ممالک میں تبلیغی مراکز اور مساجد کی توسیع، قرآن مجید کے مزید غیر ملکی زبانوں میں تراجم، ارضِ بلالؓ میں ہسپتال اور سکول بنانے کا کام اور بالخصوص اشاعتِ قرآن کا عظیم الشان کام عثمانؓ اور مصلح موعودؓ کے ہی زمانے کے مشابہ ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی محمودؓ کا ہی زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین حافظ مرزا ناصر خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں برکت دے اور اسلام کی عظیم الشان فتوحات انہی کے عہدِ خلافت میں ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ حضور پر اور تمام جماعتِ احمدیہ پر ہو۔ آمین

مصلح موعودؓ و ناصر پہ ہوں لاکھوں سلام
اب تو بسمل کے یہی وردِ زباں ہوتا ہے

محترم ماسٹر عطاء محمد صاحب
جامعہ احمدیہ۔ ربوہ

میری آپ بیتی

تقسیم ملک کے وقت جب سکھوں نے قادیان پر حملہ کر دیا تو ۷؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہم گھر سے نکل کر تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں جمع ہو گئے۔ اور وہاں ۶۔۷ دن تک قیامت کا زمانہ گزار کر ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے اور ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بفضلہ تعالیٰ بخیریت لاہور پہنچ گئے۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

فسادات کے ایام میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لاہور تشریف لے گئے اور وہاں سے حضور نے حکم دیا کہ مبلغین کے لواحقین کو جلد از جلد قادیان سے بحفاظت لاہور پہنچایا جائے۔ لاہور پہنچ کر سب سے پہلے میو ہسپتال میں داخل ہو کر میں نے ایک آنکھ کا اپریشن کرایا کیونکہ میری آنکھوں میں موتیا اُترا ہوا تھا اور اس کے بعد اپنی لڑکی امۃ الحفیظ کے ہمراہ اونچے مانگٹ چلا گیا۔ وہاں ایک دو ماہ قیام کرنے کے بعد حافظ آباد میں ایک بہت خستہ اور بوسیدہ مکان مجھے ملا جہاں میں اپنے بال بچوں سمیت چلا گیا۔ اس وقت میرے ساتھ میری والدہ، میرے بڑے لڑکے نور محمد نسیم سیفی مبلغ نائیجیریا کے تین بچے اور ان کی والدہ تھی۔ اگست ۱۹۴۸ء تک میں وہاں رہا۔ مجھے حافظ آباد سے پنشن بھی ملتی رہی۔ اور اس دوران میں کچھ دکان بھی کرتا رہا۔

حافظ آباد میں خاکسار نے اپنا تبلیغی مشغلہ بھی جاری رکھا۔ وہاں کے ایک بک سیلر سے ختم نبوت پر میری گفتگو ہوئی۔ چونکہ زبانی گفتگو میں انسان کسی ایک مسئلہ پر قائم نہیں رہتا۔ اور بار بار پینترے بدلنے سے نہ گفتگو آگے بڑھتی ہے اور نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے اُن صاحب کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ میں چند ایک سوالات تحریر کر کے دیتا ہوں آپ اپنے مولوی صاحبان سے ان کے جوابات لکھوا کر لائیں۔ چنانچہ میں نے چند ایک سوالات ان کو جواب لانے کے لئے لکھ دیئے۔ وہ سوالات حافظ آباد کی مساجد کے اماموں سے ہو کر گوجرانوالہ گئے اور وہاں سے لاہور مگر افسوس کہ ان کے جوابات سائل کو کہیں سے نہ ملے۔ اس جگہ وہ سوالات مع دیگر اسئلہ کے درج کئے جاتے ہیں جو ہر اس شخص سے کئے جا سکتے ہیں جو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی ختم نبوت

کا قائل ہو اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔

پہلا سوال :- آپ لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت بند ہے اور معہذا یہ ایمان بھی رکھتے ہیں کہ قرآن کریم انسانی زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہے۔ پس آپ کا مآل ان لوگوں کے مآل کے مشابہ ہے جو دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر صحیح سلامت پار اُترنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بالکل ناممکن بات ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف قرآن کریم کو انسانی زندگی کا مکمل لائحہ عمل قرار دیا جائے اور وہ یقیناً انسانی زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہے تو دوسری طرف اس کے بعض احکام ایسے ہیں کہ جن پر تا قیامت عمل پیرا ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی جس سے اس پہلے دعویٰ کی صریحاً تغلیط ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر چند ایک احکام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ (۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ (نور ع۹) یعنی مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ضروری امر کے متعلق اس کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو بغیر اجازت مجلس سے باہر نہ جائیں۔

(۲) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ ..... عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا (احزاب ع۷) یعنی اے مومنو! جب تک تمہیں کھانا کھانے کے لئے بلایا نہ جائے نبی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ۔ باتیں کرنے کے لئے نہ بیٹھے رہو۔ جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پس پردہ رہ کر مانگو۔ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے نکاح کرلو۔

(۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (مجادلہ ع۲) اے مومنو! جب نبی سے مشورہ کرنے لگو تو پہلے صدقہ دو.....

اس مشکل کا حل سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یا تو آپ اس موٹی اور جلی صداقت پر ایمان لا کر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قسم کی نبوت کا دروازہ مفتوح مانیں اور یا پھر دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر غرق ہونے کے لئے تیار رہیں۔

دوسرا سوال :- نبوت کا سلسلہ جاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں تھیں اور اب جو بقول آپ کے اس نے یہ سلسلہ بکلی بند کر دیا ہے تو بفحوائے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ضرور اس میں بھی بے شمار حکمتیں ہوں گی۔ پس آپ

بحوالہ قرآن کریم ایسی دس حکمتیں بیان فرمائیں اور فی حوالہ مبلغ دس روپے انعام حاصل کریں۔

تیسرا سوال:۔ نبوت کا سلسلہ بند کر دینے سے عام دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً جو فوائد پہنچ چکے ہیں یا آئندہ پہنچنے کی امید ہے وہ بحوالہ آیاتِ قرآنیہ نمبروار بیان فرمائیں اور فی آیت مبلغ دس روپے انعام حاصل کریں۔

چوتھا سوال:۔ نبوت کا سلسلہ جاری رہنے سے عام دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں وہ بحوالہ قرآن کریم بیان کریں تا ارشادِ باری تعالیٰ و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کی تصدیق ہو سکے ورنہ علی الاعلان اس ارشاد باری کی تغلیط کریں۔

پانچواں سوال:۔ آیت خاتم النبیین کے معنی چونکہ متنازعہ فیہ ہیں اسلئے آپ اپنے مزعومہ معنی کی تائید میں قرآن کریم کی صرف ایک آیت پیش کریں۔

چھٹا سوال:۔ آیت خاتم النبیین کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح کے نزول کی جو پیشگوئی فرمائی حضورؐ کے اس قول اور آیت کے مزعومہ معنی میں تطبیق کر کے دکھائیں اور واضح الفاظ میں بیان کریں کہ یہ استثناء کونسے لفظ سے مستنبط ہے نیز کہ خاتم النبیین کے بعد کسی مسیح اور مہدی کی ضرورت قرآن کریم کی کونسی آیت سے ثابت ہوتی ہے؟

ساتواں سوال:۔ انبیاء کی بعثت کی غرض جو تکمیلِ انسانیت تھی، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ غرض ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پوری ہو گئی ہے اور انسان ماں کے پیٹ سے ہی کامل اور مکمل پیدا ہونے لگ گئے ہیں اور تعلیم و تعلّم کی زحمت سے آزاد ہو گئے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ختمِ نبوت کی ایسی وجہ موجبہ بیان کریں جو عقل اور نقل کی رُو سے بیّن الثبوت ہو۔

آٹھواں سوال:۔ جس طرح جہلا کو سکھلانے کے لئے علماء کی ضرورت ہے اسی طرح علماء کو سکھلانے کے لئے انبیاء کی ضرورت ہے جو علم کے حقیقی منبع سے علم حاصل کر کے علماء کی غلطیاں دُور کر سکیں ؎

خود بخود فہمیدنِ قرآن گمانِ باطل است
آنکہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

نبی کے معنی ہیں علم اور عمل کو انتہائی کمال تک پہنچانے والا۔ علم کا کمال یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایک اور ایک دو کی طرح یقین حاصل ہو جائے۔ اور عمل کا کمال یہ ہے کہ انسانی اعمال اسمائے الٰہیہ کی منہ بولتی تصویر بن جائیں۔ اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے نبوت کو بند کر دینے کے معنی یہ ہوئے کہ انسانی پیدائش کی غرض جو عبادت الٰہی ہے اس کے صحیح رنگ میں بجا لانے کے لئے جس مرتبۂ یقین و عرفان کی ضرورت ہے اس کے ذرائع خود ہی مفقود کر دیئے جائیں اور جن اعمال سے دنیا میں امن و امان قائم ہوتا

ہے ان کی سرے سے بیخ کنی کر دی جائے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان ہر دو امور کی امید کی جا سکتی ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو وہ رب العالمین، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین کس لحاظ سے ہے؟

نواں سوال:۔ سورہ آل عمران ع۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ...... مَعَ الشّٰھِدِیْنَ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے یہ عہد لیا کہ ان کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں اور اس کی جانی و مالی امداد کریں۔ اس عہد کے متعلق آپ بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب انبیاء اور ان کی امتوں سے یہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا گیا تھا۔ مگر سورہ احزاب ع۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان انبیاء کی فہرست میں شامل کر دیا ہے جن سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ پس آپ لوگ بیان فرمائیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا تو حضور کو اس عہد میں شامل کرنے کے معنی کیا ہیں؟

دسواں سوال:۔ آپ لوگ خاتم النبیین کے یہ معنی کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ جو صرف اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ کے مصداق ہیں۔ اور ہم اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگلے پچھلے تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اگر آپ عربی دان ہیں تو ہر دو مفہوموں کا فصیح و بلیغ عربی میں ترجمہ کریں اور بتلائیں کہ آپ کے مفہوم کو خاتم النبیین زیادہ فصیح و بلیغ طور پر بیان کرتا ہے یا لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً۔ یاد رہے کہ آپ کے مفہوم کا یہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہوا ہے جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ (وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ ..... حَتّٰۤی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا زمر ع۴) پس اگر آپ اپنا مفہوم صحیح سمجھتے ہیں تو قرآن کریم میں سے اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ایسی ایک آیت پیش کریں۔ جو اگر آپ تلاش کرتے کرتے مر بھی جائیں تو نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں یہ بھی تو خیال فرمائیں کہ قرآن کریم میں اسی جگہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ حد سے بڑھنے والے، شکی مزاج، آیات اللہ سے بغیر محکم دلیل کے جھگڑنے والے لوگوں کا ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی سخت ناراضگی کا موجب ہوتا ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے متکبر اور جبار لوگ ہوتے ہیں اور ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کی ہوئی ہوتی ہے۔

بالآخر یہ گزارش کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی "ابو الانبیاء" کے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ حضرت زیدؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان

جو باپ بیٹے کا نام نہاد تعلق تھا اس کا ذکر کر کے حضورؐ کی ابوّت کی نفی کی گئی ہے نہ کہ نبوّت کی۔

فافہم وکن من المؤمنین۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اور عرب لوگ منہ بولے بیٹے کی بیوہ سے شادی نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس رسم کو مٹانا چاہتا تھا۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد دونوں میں ناچاقی ہوگئی۔ اس پر زیدؓ نے زینبؓ کو باوجود حضورؐ کے منع کرنے کے طلاق دیدی۔ اور اللہ تعالیٰ نے زینبؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ عرب قبائل کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل نہایت ہی ناپسندیدہ تھا مگر اللہ تعالیٰ چونکہ اس قبیح رسم کو مٹانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے قرآن کریم میں سب سے اول حضورؐ کی جسمانی ابوّت کی نفی فرمائی۔ فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ چونکہ اس سے یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شاید آپؐ روحانی طور پر بھی امت کے باپ نہیں رہے۔ اس شک کا تدارک کرنے کے لئے فرمایا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوّت بوجہ رسول اللہ ہونے کے بدستور قائم ہے۔ اسی لئے حضورؐ کی ازواج مطہرات کو قرآن کریم میں اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ فرمایا۔ لیکن چونکہ اس قدر احتیاط کے باوجود یہ شبہ موجود تھا کہ حضورؐ کی روحانی ابوّت گو قائم ہے مگر بعد وفات کسی دوسرے نبی کے آنے پر روحانی ابوّت کا سلسلہ حضورؐ سے کٹ کر نئے مبعوث ہونے والے نبی کی طرف چلا جائے گا اور وہ نیا نبی امت کا باپ بن جائے۔ اس شبہ کا تدارک کرنے کے لئے فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوّت میں نئے آنے والے نبی خارج نہ ہونگے کیونکہ وہ آپؐ کے روحانی فرزند ہوں گے اور آپؐ کی امت میں سے ہوں گے۔ کہیں باہر سے نہیں آئیں گے۔ گویا آپ کے امتی یا روحانی فرزند ہی آئندہ اس منصب جلیلہ پر فائز کئے جائیں گے اور وہ عملی رنگ میں ثابت کریں گے کہ حضورؐ کی روحانی ابوّت دائمی اور قیامت تک کے لئے ہے۔ گو یا نئے آنیوالے نبیوں کی نبوّت حضورؐ ہی کی نبوّت کا پرتو اور عکس ہوگا۔ اپنے پاس سے کچھ نہیں لائینگے

فھوالمراد؛

(قسط سوم)

عاصم صحرائی
ایم۔ اے نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور

پرورش کا فن

"سماجی حضانت" میں کونسی شے سب سے زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے؟ "مثالی حضانت" (IDEALIZED INCUBATION) کیا ہے؟

یہ سوال جتنے آسان ہیں ان کے جوابات اتنے ہی مشکل اور پیچیدہ ہیں۔ "مثالی حضانت" سے مراد یہ ہے کہ بچے کو ضروریات زندگی کی فراہمی کے ساتھ ساتھ "حقیقی محبت" (GENUINE LOVE) بھی دی جائے۔ بحیثیت "شخص" اس کی عزت کی جائے۔ اُسے ایسا ماحول مہیا کیا جائے جس میں وہ پوری طرح نشوونما پا سکے۔ اسے بنیادی تعلیم جو کہ وقتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، سے روشناس کرایا جائے۔ نیز اسے اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے "مستقبل کے تانے بانے" خود بُن سکے۔ مؤخر الذکر شے بہت ضروری ہے۔ اگر سماجی حضانت کے دوران بچے کو اس کی تربیت نہ دی جائے تو وہ سماجی حضانت سے نکلتے ہی "حسرت" (FRUSTRATION) کا شکار ہو جائے گا۔

مثالی حضانت کی دوسری انتہا یہ ہے کہ بچے کو زندگی کے مادی لوازمات (MATERIAL NEED OF LIFE) تو فراہم کئے جائیں — ایسے لوازمات جن کے بغیر ان کا جینا ممکن نہ ہو — لیکن اسے حقیقی محبت سے محروم رکھا جائے۔ اس کی عزت کی جائے نہ اسے ایسا ماحول دیا جائے جس سے اس کی فطری صلاحیتیں پوری طرح نشوونما پا سکیں۔ اسے وقتی تقاضوں سے آہنگ بنیادی تعلیم سے محروم رکھا جائے۔ اسے اس قابل نہ بنایا جائے کہ وہ مستقبل میں بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے۔

یہ انتہا گو قیاسی (THEORETICAL) ہے لیکن اگر واقعی ایسا ہو تو ایسی حضانت میں پرورش پانے والے بچے کی حالت واقعی قابلِ رحم ہوگی۔ اس بچے کی حالت ایک 'بیمار' کی سی ہوگی — جس کے لئے اسے دلچسپی ہوگی نہ کوئی کشش۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضانت کا انحصار محض خاندان پر ہی نہیں بلکہ حضانت کی تشکیل میں معاشرہ بھی نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وہ بچے جنہیں گھر کے ماحول میں وہ تمام چیزیں میسر نہیں

آتیں، جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے (یعنی وہ تمام
اشیاء جن کا مثالی حصانت کے تحت ذکر کیا جا چکا
ہے) وہ اپنی ضروریات کو گھر سے باہر پورا کر لیتے
ہیں۔ اسکول، محلہ، رشتہ دار اور دوست احباب
اس سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کرتے۔

آج کا نوجوان جس حصانت میں سے ظہور
کرتا ہے، وہ ان دو "انتہاء" کے درمیان واقع
ہے۔ اس کی سادہ، آسان اور عام فہم مثال یہ ہے
کہ بچے کو نشوونما کے لئے مناسب ماحول، اور
حقیقی محبت مشروط طور پر مہیا کی جائے یعنی اگر
وہ "راست" ہو تو یہ چیزیں فراہم کی جائیں بصورت
دیگر ان اشیاء سے ہاتھ روک لیا جائے۔

بچے کی بحیثیت "شخص" عزت کرنا اور اسے
مناسب ماحول دینا، والدین کا فرض ہے لیکن
اکثر اوقات یہ فرض، محض رسم بن کر رہ جاتا ہے
اگرچہ والدین اپنا بیشتر وقت بچوں کے درمیان
گزارتے ہیں لیکن چونکہ ان (میاں، بیوی) کے
درمیان کوئی گہرا ربط (DEEP
COMMUNICATION) نہیں ہوتا، (یہ بھی
عین ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے کو حقیقی طور پر
بھی نہ جانتے ہوں) بسا اوقات یہی بات انکے
درمیان نا اتفاقی کا باعث بنتی ہے کیونکہ ان کے
مشاغل اور دلچسپیاں مشترک نہیں ہوتیں تاہم ماں
کا فرض یہ ہے کہ وہ گھر بار کی حفاظت اور بچوں
کی دیکھ بھال کرے اور باپ کا کام ہے کہ وہ
پوری دلجمعی سے تلاش معاش میں لگا رہے۔ بچے کو
جو تعلیم دی جائے اس میں وقتی تقاضوں اور معاشرے
کے مفاد اور ضروریات کو ضرور مد نظر رکھا جائے۔
بچے کی مناسب حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے۔ اگر
مندرجہ بالا باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو تعلیم
نہ صرف بیکار اور بے مصرف ہو گی بلکہ وہ خطرناک
بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

کچھ خاندان ایسے بھی ہیں جن میں اس بات
کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ ان کے بچے
بڑے ہو کر زندگی میں نہایت ہوشمندانہ طرز عمل
اختیار کریں۔ اور ایسی زندگی گزارنے کے اہل بن
جائیں جس کی ان کے بڑے ان سے توقع کرتے ہیں۔
وہ بچے جنہیں خاندان کے بارے میں جاننے سے
سختی سے روک دیا جاتا ہے یا گھر کے کچھ راز ان
سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں، وہ ایسی چیزیں عموماً
باہر سے معلوم کر لیتے ہیں۔ بچوں میں تجسس کا عنصر تو
فطری ہے چنانچہ وہ اس وقت ان "رازوں" کی
کھوج میں لگے رہتے ہیں جب تک کہ انہیں اسکے
بارے میں کما حقہ، واقفیت حاصل نہیں ہو جاتی۔
اگر ایک ماں اپنی بیٹی پر "حیض" (MEN-
STRUATION) کی کیفیت بیان کرنے میں جھجک
محسوس کرتی ہے تو عین ممکن ہے اس کی بیٹی یہ راز
اپنی کسی سہیلی یا بڑی بہن سے معلوم کرے۔ اگر ایک
بچہ خود لذتی (MASTERBATION) کے دوران
"احساس جرم" (SENSE OF GUILT) کا شکار

ہو جاتا ہے تو وہ بالآخر کسی ایسی کتاب کے تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا جو اسے یہ بتائے گی کہ اس کا یہ "فعل" کوئی "گناہ" نہیں اور اس طرح وہ ضمیر کی خلش سے نجات حاصل کر لے گا۔

یہ تو ممکن ہے کہ ایک بچہ اپنے والدین کے بارے میں اپنے غصہ پر ضبط رکھے اور اس کا اظہار نہ کرے۔ لیکن وہ اپنے استاد کی اس بات کو بڑے غور سے سُنے گا کہ والدین بھی اکثر و بیشتر گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ایک بچے کو اپنے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ غیر معمولی حد تک متلوّن مزاج، ماضی پرست یا حسّاس ہے تو وہ کسی نہ کسی کتاب سے اس کا جواز تلاش کر لے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حصانت کی تشکیل میں والدین کے علاوہ اور بھی کئی عناصر شامل ہوتے ہیں مثلاً دوست، رشتہ دار، اسکول، محلّہ اور معاشرہ وغیرہ۔

بچّہ اپنے حصانت کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کر لیتا ہے تاکہ اس کی فطری صلاحیتیں بہتر طور پر نشو و نما پا سکیں۔ ان دو باتوں کے علاوہ تیسری بات یہ ہے کہ جب بچہ "حصانت سے ظہور" کی عمر یا حد کو پہنچتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ "سماجی حصانت" زیادہ فراخ اور کشادہ نہیں۔ چنانچہ اس کی فقط ایک امکانی راہ رہ جاتی ہے کہ وہ اس حصانت کو چھوڑ کر کسی اور حصانت میں چلا جائے۔

جس کے بارے میں اسے امید ہو کہ وہ اُسے وہ تمام اشیاء فراہم کر سکے گا، جس سے پہلے وہ محروم تھا۔ ایسی صورت میں اس کا "آخری ظہور" کچھ عرصے کے لئے عارضی طور پر ملتوی ہو جائے گا۔

متعدد نوجوان جن کا تعلق "غریب گروہ" سے ہوتا ہے دوسری قسم کا حصانت تلاش کر لیتے ہیں۔

حصانت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب بچّہ اس کے دائرے سے نکل جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کا تنقیدی جائزہ لے۔ یہاں اسے ایک نئی مشکل سے دو چار ہونا پڑے گا یعنی اُسے اس بات کا علم ہو گا کہ جب وہ حصانت میں تھا تو وہ اس حالت میں نہیں تھا کہ اپنے والدین کا تنقیدی جائزہ لے سکے۔ سقراط نے ایک بار کہا تھا کہ وہ زندگی جس کا تنقیدی جائزہ نہ لیا گیا ہو، کبھی قابلِ رشک نہیں ہو سکتی۔ سقراط کے الفاظ میں اگر تھوڑی سی ترمیم کر لی جائے تو بات یوں بنے گی کہ "وہ والدین جن کے کردار کا تنقیدی جائزہ نہ لیا گیا ہو قابلِ تقلید نہیں ہو سکتے۔ بیشتر نوجوان محض اس خوف سے اپنے والدین کے کردار کا جائزہ نہیں لیتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے دل سے اپنے والدین کے لئے عزت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ لیکن یہ ان کی محض خام خیالی ہے۔

(باقی)

جناب عبدالمحسن صاحب محمود
ربوہ

مادہ اور نظامِ شمسی

۱۸۰۳ء میں جان ڈالٹن (JOHN DALTON) نے ایک نظریہ پیش کیا جو Dalton Atomic Theory کے نام سے مشہور ہے۔ جو یہ تھا:۔

(ا) مادہ چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنا ہے جو ذرات ایٹم یا جوہر کہلاتے ہیں۔ اور یہ آگے سادہ حصوں میں تقسیم نہیں کئے جا سکتے۔

(ب) ایک ہی مادہ کے تمام ایٹم ایک دوسرے سے (Mass) سائز اور شکل میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن کسی دوسرے مادہ کے ایٹم سے مختلف ہوتے ہیں۔

(ج) ایٹم ایک دوسرے سے ایک خاص تناسب سے اور ایک خاص مقدار میں ملے ہوتے ہیں اور یہ مل کر ایک پورا مالیکول یا سالمہ کہلاتا ہے۔

(د) ایٹم کو آگے علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد بیسویں صدی کے شروع میں ایٹم پر بڑے زور شور سے تحقیق ہونی شروع ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسویں صدی کے عین آغاز میں ہی سر جوزف تھامسن (Sir JOSEPH THOMPSON) نے یہ ثابت کر دیا کہ ایٹم ناقابلِ تسخیر نہیں بلکہ اس کے اندر چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں جو کہ بجلی کے ہیں۔ اور بے حد چھوٹے ہیں۔

ہر ایٹم دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ـــــ

(۱) اندرونی یا مرکزی حصہ یعنی نیوکلیس (Neuculeus) اور (۲) بیرونی حصہ یعنی نیوکلیس کے باہر کا حصہ (Extra Neculeus Portion)

مرکزی حصہ

نیوکلیس یا مرکزی حصہ دو قسم کے چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک قسم کے ذرات مثبت (Positive) قسم کا چارج (charge) ہوتا ہے دوسری قسم کے ذرات بغیر چارج کے ہوتے ہیں اور

ان دونوں کا حجم یکساں ہوتا ہے جو کہ ایک کے برابر ہوتا ہے۔ یعنی ہر ایک کا ایک کے برابر۔ جو مثبت چارج والے ذرات ہوتے ہیں ان کو پروٹان (Protons) کہتے ہیں۔

بیرونی حصہ یا (Extra Neucleas Portion) میں منفی (Negative) قسم کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہوتے ہیں جو کہ نیوکلیس کے گرد ایک خاص محور (orbit) میں گھومتے ہیں۔ اور ان کی تعداد مختلف محوروں میں مختلف ہوتی ہے۔ ہر محور کے آگے پھر حصے ہوتے ہیں جن کو Sub Shells کہتے ہیں۔ ایک الیکٹران کا حجم ۱/۱۸۲۵ حصہ پروٹان کے مقابلہ میں۔ الیکٹران کی رفتار بیس ہزار میل فی ثانیہ سے بھی زیادہ شمار کی جاتی ہے۔ گویا ایٹم کے اندر جو نظام رائج ہے وہ بالکل نظامِ شمسی سے مشابہ ہے۔ یعنی جس طرح زمین، مریخ، مشتری اور نظامِ شمسی کے تمام سیارے سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ اسی طرح الیکٹران پروٹان کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں اور جس طرح ہر محور کے آگے (Sub Shell) ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر سیارہ کے محور کے ساتھ ساتھ ایک دو یا زیادہ سیارے موجود ہیں جیسے ہمارا چاند ہے زمین سورج کے گرد ایک (orbits) یا محور میں گھوم رہی ہے اور چاند پھر زمین کے گرد ایک خاص محور میں گھوم رہا ہے - گویا چاند ایک سب شیل (Sub Shell) میں گھوم رہا ہے۔ یعنی آسمان کی نہایت درجہ وسیع فضاؤں میں اور جسموں کے اندر نہایت درجہ چھوٹے چھوٹے ذرات میں ایک جیسا ہی نظام ہے۔ مزید یہ کہ مختلف ایٹموں میں الیکٹران کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ بعض میں ایک، بعض میں دو، بعض میں زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ ہائیڈروجن کے ایٹم میں صرف ایک الیکٹران، اوکسیجن میں ۱۸ الیکٹران اور سوڈیم میں گیارہ الیکٹران ہوتے ہیں۔ اسی طرح مختلف نظاموں یعنی Galaxys میں سیاروں کی تعداد بھی مختلف ہوتی ہے +

مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا چھاؤنی

مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا چھاؤنی کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں مرکز سے مکرم لطیف احمد صاحب طاہر مہتمم اصلاح و ارشاد نے شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں خدام کے علاوہ اطفال اور انصار نے بھی شرکت کی مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ مکرم مہتمم صاحب اصلاح و ارشاد نے استحکام خلافت کے بارے میں تقریر کی اور یہ بات خدام کے ذہن نشین کرائی کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ مکرم بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ سرگودھا نے بھی تبلیغی امور سے متعلق خدام سے خطاب فرمایا۔

مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور

یوم مصلح موعودؓ کے موقع پر ایک تقریری مقابلہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے (کینٹب) سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے فرمائی۔ اس مقابلے میں لاہور کی جملہ مجالس کے خدام نے شرکت کی منصفین کے فرائض محترم عبدالرشید صاحب تبسم، محترم قاضی عبدالحمید صاحب اور محترم ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی نے ادا کئے۔ منصفین کے فیصلے کے مطابق شیخ حبیب الرحمٰن صاحب، ملک منیر احمد صاحب اور محمود اقبال صاحب علی الترتیب اول، دوم اور سوم قرار دیئے گئے۔

مصلح موعود گردشی نشان ظفر "قیادت اسلامیہ پارک لاہور کے حصہ میں آیا۔

اس موقع پر معتمد مرکزیہ جناب بشیر احمد صاحب شمس بھی موجود تھے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ

مؤرخہ ۲۰ فروری ۱۹۷۲ء کو جلسہ "یوم مصلح موعودؓ" انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں تلاوت و نظم کے بعد محترم محمد اسماعیل صاحب، محترم محمد فضل صاحب منیر، محترم مبارک احمد صاحب ظفر اور محترم محمد اسلم صاحب تنویر نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں۔

آخر میں محترم ملک محمد الدین صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔ دعا پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ فقیر والی ضلع بہاولنگر

مجلس ہذا کے تحت ایک تربیتی کلاس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں تربیتی تقاریر کی گئیں اور مرکز کی ہدایت کی روشنی میں خدام کو کام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

اس کلاس میں چک ۱۹۱/7-R، ہارون آباد، ۳/3-R، ۲۴۱/H-L، ۲۶۸/H-R، ۱۸۷/7-R، ۱۹۶/7-R اور ۱۶۹/7-R کے قائدین مجالس نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں ۹۳/6-R، ۱۱۶ مراد، ۲۴۱/H-L، ۲۱۴/9-R اور ۱۶۴/7-R کے نمائندگان نے بھی شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر کے تحت ۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو ایک اجتماعی وقارِ عمل منایا گیا جس میں ۱۲۰ خدام، ۱۳۰ اطفال اور ۱۰ انصار حضرات نے شرکت کی اور تقریباً سوا گھنٹے تک وقارِ عمل کی صحیح رُوح کو بروئے کار لاتے ہوئے کام کیا اور ایک خراب سڑک کو درست کیا۔ علاوہ ازیں ۸ فٹ نشیب میں مٹی بھی ڈالی گئی۔

یوم تربیت:-

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر کے تحت مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء بروز جمعہ یوم تربیت منایا گیا۔ یوم تربیت کا پروگرام ۵ ارمارچ کو مجلس عاملہ کے ہفت روزہ اجلاس میں بنایا گیا۔ چنانچہ اس پروگرام کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لئے زعماء اور ناظمین صاحبان کی مختلف حلقہ جات میں ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔

یوم تربیت کا پروگرام نماز تہجد سے شروع ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام حلقوں میں نمازِ تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب حلقہ جات میں خوشکن رہی۔ نماز تہجد میں خاص طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کی گئی۔ نیز یہ بھی دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔

نماز تہجد کے بعد تمام خدام نے تسبیح وتحمید اور درود شریف کا ورد کیا۔ نماز فجر کے بعد تلاوتِ قرآن پاک کی گئی جس کے بعد ملفوظات کا درس دیا گیا۔

نماز جمعہ کے بعد خدام کا ماہانہ اجلاس عام انعقاد پذیر ہوا۔ جس کی صدارت محترم للتیق احمد صاحب طاہر مہتمم اصلاح و ارشاد۔ نے فرمائی۔ تلاوت وعہد کے بعد ملفوظات اور مشعل راہ سے درس دیا گیا۔ جس کے بعد محترم قائد صاحب نے یوم تربیت سے متعلق ایک مختصر رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ پیش کرنے کے بعد مہتمم صاحب تربیت نے نماز باجماعت کی اہمیت کے بارہ میں نہایت مفصّل اور مدلّل خطاب فرمایا۔

اس سلسلہ میں آپ نے قرآن مجید، احادیث نبویہ، فرمودات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں خدام کو نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔ مہتمم صاحب تربیت کی تقریر کے بعد مہتمم صاحب اصلاح و ارشاد نے خدام سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دی جائے اور دوسروں کے سامنے اپنا بہترین نمونہ پیش کیا جائے۔ خدام کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

ازاں بعد قیادت لائل پور شہر کی طرف سے منافقین کی شر پسندی اور ریشہ دوانیوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ایک قرار داد بھی پیش کی گئی جس میں یہ کہا گیا کہ ہم ہمیشہ ثابت قدم رہیں گے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت سے وابستہ رہیں گے اور اس سلسلہ میں پیش آنے والے تمام مصائب و حوادث کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے ــــ

آخر میں دعا پر یہ اجلاس ختم ہوا۔ اس اجلاس میں ۲۲۵ خدام، ۴۰ انصار حضرات، ۳۹ اطفال اور ۲۵ کی تعداد میں مستورات نے شمولیت کی (فالحمد للہ)

مجلس خدام الاحمدیہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ

مورخہ ۳ مارچ بروز جمعۃ المبارک مجلس خدام الاحمدیہ ترگڑی کے ماتحت دو اجلاسات منعقد ہوئے۔ پہلے اجلاس میں تلاوت و نظم کے بعد مرکزی امتحانات میں پاس ہونے والے خدام میں مرکز کی طرف سے جاری شدہ سندات محترم بشیر احمد صاحب اختر مبلغ کینیا (مشرقی افریقہ) نے تقسیم کیں۔ ازاں بعد محترم قائد صاحب مجلس ہذا نے خدام اور ان کے والدین سے خطاب فرمایا۔

دوسرا اجلاس اسی روز نماز عشاء کے بعد انعقاد پذیر ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد محمد افضل صاحب قائد ضلع نے مہمان خصوصی نے محترم بشیر احمد صاحب اختر مبلغ کینیا (مشرقی افریقہ) کا تعارف کرایا جس کے بعد محترم بشیر احمد صاحب اختر نے قریباً ایک گھنٹہ تک خدام سے خطاب فرمایا۔ موصوف نے خدام میں وقف زندگی کی تحریک کی اور کہا غلبۂ اسلام آپ نوجوانوں کے ہاتھوں ہی سے مقدر ہے۔

آخر میں دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ خدا تعالیٰ اس مجلس کو احسن رنگ میں کام کرنے کی توفیق بخشے (آمین)

مجلس خدام الاحمدیہ پریم کوٹ ثانی

مجلس ہذا نے ۱۸ فروری کو صبح ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک وقار عمل منایا جس میں ۱۲ خدام اور ۱۰ اطفال نے ۴۰۰ مربع گز سڑک پر مٹی ڈالی۔

مجلس خدام الاحمدیہ خانپور ضلع رحیم یار خان

۲۰ فروری ۱۹۷۲ء کو مجلس ہذا کے تحت یوم مصلح موعودؓ کی تقریب منائی گئی جس میں خدام کے علاوہ انصار، اطفال نے بھی کثیر تعداد میں شمولیت کی۔ اس جلسہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا گیا۔ نیز آپ کی سیرت

کے متعلق بھی تقاریر کی گئیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا

مؤرخہ ۲۵ تبلیغ ۱۳۵۱ ہش کو نماز جمعہ کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا کا اجلاس منعقد ہوا۔ یہ اجلاس جناب بشیر احمد صاحب شمس معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر صدارت جامع مسجد فیوسول لائنز میں انعقاد پذیر ہوا۔ خدام کے علاوہ اطفال اور بہت سے انصار حضرات نے بھی اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ تلاوت و نظم کے بعد مشعلِ راہ سے اقتباسات پیش کئے گئے۔ جس کے بعد جناب معتمد صاحب مرکزیہ نے خدام سے خطاب فرمایا۔ دورانِ تقریر آپ نے اپنے تبلیغی ایمان افروز واقعات اور تجربات بیان فرمائے جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور سلسلہ احمدیہ کی حقانیت عیاں تھی۔ جناب معتمد صاحب نے نوجوانوں کو تلقین فرمائی کہ ان کو احمدیت کی تعلیم اور تاریخ کا اچھی طرح مطالعہ کر کے اس کی صداقت کو اپنے ذہنوں میں راسخ کر لینا چاہیئے۔

جناب بشیر احمد صاحب شمس کی مدلل اور پُر مغز تقریر کے بعد مکرم عبد الوہاب صاحب ناظم تربیت نے وقت کی قربانی کی طرف خدام کی توجہ مبذول کرائی۔ آپ نے کہا کہ ہر خادم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا وقت سلسلہ کی خدمت کے لئے پیش کرے۔ آخر میں محترم قائد صاحب مقامی نے مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا+

انتخاب عہدیداران مجلس پشاور

گزشتہ ماہ مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کے خدام نے نئی قیادت کا چناؤ کیا۔ چناؤ کے نتائج نے قائد کی ذمہ داری مکرمی و محترمی طاہر احمد صاحب کو سونپ دی۔ طاہر احمد صاحب ہماری مجلس کے نوخیز اور فعال نوجوان ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر پورا کریں گے۔ ۲۰ ردسمبر کو مرکز سے منظوری کے موصول ہوتے ہی جناب قائد صاحب نے مجلس کے عہدیداروں کا چناؤ کیا۔ اسی طرح گزشتہ ماہ مجلس خدام الاحمدیہ پشاور نے مجلس عاملہ کی تکمیل و تشکیل کی۔ نئی مجلس عاملہ اب تک ایک اجلاس عام اور دو خصوصی اجلاس منعقد کر چکی ہے۔ ان ہر سہ اجلاس میں خدام اور مجلس عاملہ کے اراکین نے کثرت سے شریک ہو کر بیداری کا ثبوت بہم پہنچایا۔ پشاور کی مجلس کا معیار بلند کرنے کے لئے ناظمین کو اپنے مخصوص شعبہ جات میں انقلابی کام کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور بفضل خدا مجموعی طور پر مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کا ترقی کی جانب ہر قدم حوصلہ افزا ہے۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور جملہ بزرگانِ جماعت کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ آپ مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کی ترقی اور نیکی کے لئے دعا کریں۔ مندرجہ ذیل اراکین مجلس عاملہ نے جماعت کی ترقی اور خوشحالی، اسلام کی سربلندی اور اہم

مقاصد کی تکمیل کا عزم کیا ہے۔

۱۔ قائد :۔ طاہر احمد خان صاحب
۲۔ نائب قائد :۔ اسد زمان، ظفر احمد صاحب
۳۔ معتمد :۔ نثار احمد صاحب
۴۔ نائب معتمد :۔ میاں خالد محمود صاحب
۵۔ ناظم تجنید :۔ خالد محمود صاحب
۶۔ ناظم اصلاح و ارشاد :۔ ناصر خان صاحب
۷۔ ناظم وقار عمل :۔ انوار احمد فاروقی صاحب
۸۔ ناظم تربیت :۔ عرفان احمد صاحب
۹۔ ناظم خدمت خلق :۔ طارق محمود صاحب
۱۰۔ ناظم مال و تحریک جدید :۔ میاں ظفر احمد صاحب
۱۱۔ ناظم صنعت و تجارت :۔ اسلم شاد صاحب
۱۲۔ ناظم اطفال :۔ منیر احمد بھٹی صاحب
۱۳۔ ناظم اشاعت و تعلیم :۔ اسد زمان

ان ناظمین کے علاوہ مختلف حلقہ جات کے زعماء صاحبان کو بھی اپنے اپنے حلقہ جات میں مثالی کام کرنے کی تلقین کی گئی۔

یہ تو تھیں مجلس عاملہ کے منتخب اراکین کی باتیں۔ اب ہم مختصراً مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کے آئندہ پروگرام پر روشنی ڈالیں گے آئندہ خدام میں تحریر و تقریر اور مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے واسطے زیادہ سے زیادہ اجلاس عام بلائے جائیں گے۔ اسی طرح خدام میں تبلیغ کا جذبہ ابھارا جائے گا اور خدام میں موجودہ زمانے کے حالات کے مطابق خلیفہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے دنیا جہان کے لئے اپنی جماعت کو مثالی نمونہ بنا کر پیش کرنے کی سعی و کوشش کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ اس سلسلے میں مختلف پروگرام زیر غور ہیں۔

آخر میں ہم ایک بار پھر حضور ایدہ اللہ اور جملہ بزرگان دین کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

اسد زمان
ناظم اشاعت
مجلس خدام الاحمدیہ پشاور

سُرخ مرچ ---- اور ---- دیگر اجناس
کی
خرید و فروخت کے لئے
ہم سے رابطہ قائم کریں
ملک غلام احمد اینڈ سنز گُنری

Regd. No. L 5830

April 1972

...tle Printed at the Nusrat Art Press. Rabwah